پراسرار قلمکار

مریم کے خان

اس کے لفظوں میں پچھلے پہر جیسی گداز و کیف سحر آفرینی ہوتی۔ ہر سطر پر گمان ہوتا کہ پلکوں پر سجے اشکوں کے شبنمی تار جھلملا رہے ہیں جن کی سحر آفرینی قاری کو دم بخود کیے رکھتی اور اختتام پر قاری چونک چونک جاتا۔ اس کی یہی جادو بیانی اسے عالمی شہرت کے معراج پر پہنچانے کا سبب بنی۔

عالمی شہرت کے حامل قلمکار کا زندگی نامہ

13 اکتوبر 1849 کو بالٹی مور، میری لینڈ، پارک کی اس بنچ پر صبح کے ابتدائی وقت میں بیٹھا ہوا وہ شخص یوں لرز رہا تھا جیسے اسے سخت سردی لگ رہی ہو۔ حالانکہ اس نے گرم کپڑے پہنے ہوئے تھے اور موسم بہت زیادہ سرد بھی نہیں تھا۔ وہ سیدھا بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے تھے۔ صبح کا کہرا اس کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ پارک کے بیشتر درخت خزاں کے ہاتھوں اپنے پتوں سے محروم ہو چکے تھے اور ان کی ٹنڈ منڈ شاخوں پر کرخت

آوازوں والے کوے براجمان تھے۔ کچھ کوے اڑے اور انہوں نے کراہتی آوازیں نکالیں تو اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ اس کے سر کے عین اوپر پورا چاند تھا اور یہ سنہری کی بجائے چاندی جیسا ہو رہا تھا۔ اس کا سر چکرانے لگا مگر وہ چاند دیکھتا رہا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی رگوں میں یخ بستہ پانی ہو اور اس کے ہاتھ پیروں کی جان نکل رہی ہو۔ وہ شدید اذیت میں تھا۔ مگر وہ کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا۔ وہ اس بنچ تک کیسے آیا اسے یہ بھی یاد نہیں تھا۔ مگر اسے ایک چیز بہت واضح محسوس ہو رہی تھی کہ اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔

تبھی ایک بوڑھا آدمی پارک میں داخل ہوا۔ اس نے گرم کوٹ کے ساتھ مفلر لے رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں چاندی کے دستے والی چھڑی تھی۔ وہ دھیمے قدموں سے چلتا ہوا بنچ تک آیا اور پھر اسے ساکت بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ چند لمحے اپنی بوڑھی آنکھوں پر زور دیتا رہا اور پھر اس نے حیرت سے کہا۔ ”مسٹر ایڈگر ایلین پو...... یہ تم ہو۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بوڑھا گھبرا اٹھا اور مدد کے لیے پکارتا ہوا پارک سے باہر دوڑ گیا۔

ایڈ پو تھا کون اگر آپ نے اس کا نام نہیں سنا ہے تو آیئے اس کے بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہیں۔

وہ مختلف قسم کا بچہ تھا، اسے بچوں والے کھیلوں، کھلونوں اور چیزوں سے دل چسپی نہیں تھی۔ وہ ایسی چیزوں میں دل چسپی لیتا تھا جن میں عام طور سے بڑے بھی دل چسپی نہیں لیتے ہیں۔ اسے کوّوں سے دل چسپی تھی۔ وہ گھنٹوں باغ کی بنچ پر بیٹھا آس پاس اڑتے اور درختوں پر بیٹھے کوّوں کو تکتا رہتا تھا۔ وہ گھاس اور پودوں میں رینگنے والے چھوٹے چھوٹے کیڑوں کا پیچھا کرتا تھا اور دیکھتا تھا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں اور ان کا طرزِ زندگی کیا ہے؟ اسے سرجری کے اوزار اچھے لگتے تھے۔ اس نے ایک دوربین، ایک خوردبین اور کمپاس رکھا ہوا تھا۔ یہ اس کے کھلونے تھے۔ جاسوسی ادب کے بانی کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا مگر جان اور فرانسس ایلین سمجھتے تھے کہ اس کے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے۔ وہ مشکل سے ایک سال کا تھا جب انہوں نے اسے گود لیا۔ اس کا باپ خاندان کو چھوڑ کر کہیں جا چکا تھا اور اس کی ماں سانس اور دل کی بیماری میں زندگی ہار چکی تھی۔

جان ایلین رچمونڈ ورجینیا کا ایک دولت مند اسکاٹش نژاد امریکی تاجر تھا۔ وہ بہت سی اشیا کی تجارت کرتا تھا جیسے تمباکو، کپڑے، گندم اور غلام۔ اس کے پاس ایک عالی شان گھر تھا اور اس گھر میں سہولت کی ہر چیز تھی۔ مگر وہ اولاد سے محروم تھا۔ اس لیے وہ اور اس کی بیوی کسی بچے کی تلاش میں تھے جسے وہ گود لے سکیں اور انہیں ایڈگر مل گیا۔ ایڈگر کا تعلق ایک آئرش خاندان سے تھا۔ اس کا دادا ڈیوڈ پو سینئر کا وان آئرلینڈ سے 1750 کے آس پاس میں ترکِ وطن کر کے امریکا آ بسا تھا۔ اس وقت آئرلینڈ برطانیہ کے زیرِ تسلط تھا اور آئرش بڑی تیزی سے ترکِ وطن کر رہے تھے۔ وہ ریاست میساچوسٹس کے شہر بوسٹن میں آ بسا۔ اس نے یہیں شادی کی اور اس کے بیٹے ڈیوڈ پو جونیئر نے یہیں جنم لیا۔ اس وقت بوسٹن ایک ترقی کرتا ہوا اور ابھرتا ہوا صنعتی شہر تھا۔ کارخانوں کی چمنیاں سر اٹھا رہی تھیں اور چاروں طرف سے مزدور روزگار کی تلاش میں یہاں کا رخ کر رہے تھے۔

مگر ڈیوڈ پو جونیئر نے مزدور یا کلرک کی بجائے اداکار بننا پسند کیا اور اس نے شادی بھی ایک اداکارہ الزبتھ آرنلڈ ہوپکنز سے کی۔ محبت کی شادی کے باوجود ان کی زندگی خوشگوار نہیں تھی۔ ان میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے تھے اور پہلے بچے کی پیدائش نے انہیں فوری طور پر الگ ہونے سے روکا تھا۔ اس بیٹے کا نام انہوں نے ولیم ہنری لیونارڈ پو رکھا تھا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے دونوں میاں بیوی ولیم شیکسپیئر کے مداح تھے۔ جب ان کا دوسرا بیٹا ہوا تو ممکنہ طور پر اسے شیکسپیئر کے ایک ڈرامے ”کنگ لیئر“ کے کردار ایڈگر سے متاثر ہو کر یہ نام دیا گیا۔ اس وقت اس کا نام ایڈگر پو تھا۔ مگر جب اسے جان ایلین نے گود لیا تو اس نے رواج کے مطابق اس کے نام میں اپنے خاندانی نام ایلین کا اضافہ کر دیا اور یوں وہ ایڈگر ایلین پو ہو گیا۔ آج دنیا اس عظیم مصنف کو اسی نام سے جانتی ہے۔

تقریباً ہر بڑے آدمی نے بہت مصائب کے ساتھ زندگی کا آغاز کیا اور پھر کامیابی نے ان کے قدم چومے لیکن کچھ بڑے آدمی ایسے بھی گزرے جن کی ساری زندگی ہی مصائب کے ساتھ گزری۔ وہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک جدوجہد کرتے رہے تھے۔ ایڈگر بھی ایسے افراد میں سے ایک تھا۔ وہ 19 جنوری 1809 کو بوسٹن میں پیدا ہوا۔ اس کے بعد اگلے سال اس کی چھوٹی اور واحد بہن روزالی دنیا میں آئی اور اسی سال اس کا باپ ڈیوڈ پو جونیئر اپنے خاندان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ یقیناً یہ خود غرضانہ سفاکی تھی کہ وہ اپنے کمسن بچے، ایک بیمار بیوی کے پاس چھوڑ کر خود کہیں غائب ہو گیا اور ایڈگر یا اس کے بہن بھائی نے بھی

اپنے باپ کو نہیں دیکھا۔ الزبتھ سانس کی مریضہ تھی اور اسے دل کا عارضہ بھی لاحق تھا۔ اگرچہ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی مگر بیماری نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ مشکل سے تیس سال کی عمر میں دنیا سے گزر گئی تھی۔ ایڈگر کو اپنی ماں اور باپ بالکل یاد نہیں تھے۔ اس نے صرف تصویروں میں انہیں دیکھا۔

الزبتھ کے مرنے کے بعد اس کے بچے بٹ گئے تھے اور انہیں مختلف گھرانوں نے گود لے لیا۔ اس وقت آئرش کمیونٹی کے طور پر منظم ہو گئے تھے اور وہ اپنی کمیونٹی کے غریب اور مصیبت زدہ لوگوں کا خیال کرتے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ایڈگر خوش قسمت تھا کہ اس نے ایک دولت مند گھرانے میں ہوش سنبھالا۔ اگرچہ وہ جان اور فرانسس کی اولاد نہیں تھا مگر اس گھر میں اسے اولاد کی حیثیت حاصل تھی۔ جان ایلین کا تعلق اسکاٹ لینڈ سے ضرور تھا مگر اس کی رگوں میں آئرش خون بھی تھا اس لیے وہ آئرش کمیونٹی کا حصہ بھی تھا۔ 1812 میں اسے اس خاندان کے ایپس کوپل چرچ میں بپتسمہ دے کر ایڈگر ایلین پو کا نام دیا گیا۔ بہترین رہائش، لباس اور خوراک کے ساتھ اسے اچھا اسکول بھی میسر آئے۔ مگر حیرت انگیز طور پر یہ اسکول امریکا نہیں بلکہ برطانیہ میں تھے۔ ایلین خاندان 1815 میں تجارت اور سیاحت کے غرض سے برطانیہ گیا۔ پہلے ان کا مختصر قیام کا ارادہ تھا مگر بعض معاملات ایسے سامنے آئے کہ ان کا قیام طویل ہوتا چلا گیا۔

اسکاٹ لینڈ کے شہر اروِن کا گرامر اسکول ایڈگر کا پہلا اسکول تھا۔ یہاں اس نے پرائمری کلاس پڑھی۔ اتفاق سے اسی اسکول میں جان نے بھی اوّلین تعلیم حاصل کی تھی۔ اگلے سال ایڈگر لندن بلا لیا گیا کیونکہ جان اور فرانسس وہیں مقیم تھے۔ اس بار اسے چیلسی کے ایک بورڈنگ اسکول میں داخل کرایا گیا جہاں وہ آنے والے دو سال تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ یہاں بھی وہ ایلین خاندان سے دور تھا۔ آخر میں اسے برطانیہ کے چند اعلیٰ ترین اسکولوں میں سے ایک اسکول ریورنڈ جان برسبائے منیر ہاؤس اسکول میں داخل کرایا گیا اور ایڈگر خاندان کی امریکا واپسی تک یہیں پڑھتا رہا تھا۔ یہ اسکول بھی لندن سے ذرا دور ایک نواحی گاؤں کے پاس واقع تھا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کی پرائمری تعلیم برطانیہ میں ہوئی اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی تحریروں اور شخصیت میں برطانوی رنگ ہمیشہ غالب رہا۔ وہ 1820 میں امریکا واپس آ گئے تھے۔

امریکا واپسی پر اسے رچمونڈ ہائی اسکول میں داخلہ ملا اور اسکول کی باقی تعلیم اس نے یہیں مکمل کی۔ جب وہ بارہ سال کا ہوا تو پہلی بار اس کے منہ بولے باپ جان سے اختلافات شروع ہوئے۔ ایڈگر لاابالی اور اپنے آپ میں مگن رہنے والا شخص تھا۔ ایک اعلیٰ اور دولت مند گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود اس کی شخصیت میں کھردرا پن تھا اور وہ ادب و آداب کی زیادہ پروا نہیں کرتا تھا۔ یعنی خالص امریکی تھا۔ بعد میں آنے والے امریکی نوجوانوں نے اس کی پیروی کی تھی۔ انیسویں صدی کے خاتمے تک شمال مشرقی ریاستوں میں پو اسٹائل معروف ہو گیا تھا۔ مگر اسے روایات کا باغی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ جان چاہتا تھا کہ وہ بزنس بھی سیکھے لیکن ایڈگر کو بزنس سے ذرا بھی دل چسپی نہیں تھی اور بعد میں بھی جب اس نے حالات سے مجبور ہو کر کاروبار میں ہاتھ ڈالا تو خسارہ ہی کمایا۔

1824 میں پندرہ سال کی عمر میں اسے لازمی فوجی خدمات کے تحت فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ چھ مہینے تربیت کے بعد اسے فوجی ملازمت کی بجائے اعزازی گارڈ کے طور پر کام کرنے کی پیشکش ہوئی مگر ایڈگر نے یہ پیشکش ٹھکرا دی اور اس نے یونیورسٹی آف ورجینیا میں داخلہ لے لیا۔ اسکول کی تعلیم کے دوران ایڈگر نے کبھی بہت اچھا گریڈ نہیں پایا۔ اس کے ٹیچرز کے خیال میں وہ خیالوں میں گم رہنے والا لڑکا تھا جسے عملی زندگی سے زیادہ دل چسپی نہیں تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ ایڈگر کو روایتی تعلیم سے زیادہ دل چسپی نہیں تھی وہ مشاہدے کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ البتہ اسے مطالعے کا بے پناہ شوق تھا۔ اس نے چند سال میں اسکول کی ساری لائبریری چاٹ لی تھی جس میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں تھیں۔ اس کے علاوہ بھی وہ شہر کی دوسری لائبریریوں کے چکر لگاتا رہتا اور اسے جو جیب خرچ ملتا اس کا بڑا حصہ بھی کتابوں کی خرید پر لگ جاتا تھا۔ مگر فوجی تربیت کے دوران اسے ایک لت اور لگ گئی تھی جو اس کی جیب کو ہمیشہ خالی رکھنے کی سب سے بڑی بھی ثابت ہوئی تھی۔ یہ عادت جوئے کی تھی۔

بہ ظاہر تو ایڈگر کی زندگی بڑے عیش و آرام سے گزر رہی تھی۔ کیونکہ اس کا بنا ہوا باپ جان ذاتی طور پر تو دولت مند تھا ہی۔ ساتھ اسے اپنے انکل ولیم گالٹ نے ورثے میں اس کے لیے ہزاروں ایکڑ زمین چھوڑی جس کی مالیت اس زمانے میں بھی سات لاکھ ڈالرز بنتی تھی۔ جان نے

اپنی دولت مندی کا جشن منانے کے لیے ایک بڑی مینشن خریدا اور اسے مولدا ویا مینشن کا نام دیا۔ ایڈگر بھی خاندان کے ہمراہ اس مینشن میں منتقل ہو گیا اور یہیں یونیورسٹی جانے سے پہلے اس کی منگنی سارہ الیمر اروسٹر سے ہو گئی۔ لڑکی کا باپ ایرکسن روسٹر بالٹی مور کا ایک معروف بزنس مین اور دولت مند تھا۔ اس نے ایڈگر کو کبھی پسند نہیں کیا اور اس کی پیش گوئی تھی کہ یہ لڑکا ناکام رہے گا اور لوگ اس کا نام تک بھول جائیں گے۔ مگر قسمت کا کھیل دیکھیں۔ ایرکسن کی پیش گوئی اس لحاظ سے درست ثابت ہوئی کہ ایڈگر ہمیشہ ناکام رہا۔ مگر آج لوگ ایرکسن روسٹر کا نام صرف اس کی وجہ سے جانتے ہیں۔

ایڈگر جوانی میں بکھرے بالوں اور بے پروا حلیے والا ایک خوش شکل نوجوان تھا اور اس میں صنف مخالف کے لیے ایک خاص کشش تھی۔ اس کی گفتگو جارحانہ اور کھردری ہونے کے باوجود ایک خاص قسم کی کشش رکھتی تھی۔ اسے الفاظ اور انداز پر عبور تھا۔ بچپن سے اعلیٰ ترین طرزِ زندگی رکھنے کے بعد وہ اب اس کا عادی ہو گیا تھا۔ وہ ہمیشہ بہترین لباس پہنتا۔ اسے کھانے کا زیادہ شوق نہیں تھا مگر ابتدائے جوانی سے اسے شراب کی لت لگ گئی تھی اور وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ مگر یہ ایسی کوئی خرابی نہیں بلکہ اس کے طبقے کا خاصہ تھا۔ یہاں نوجوان پندرہ سولہ سال کی عمر تک عادی شرابی ہو جاتے تھے۔ ایڈگر نے اسکول کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس نہیں کیا تھا مگر اس کی معلومات اور علمیت اپنی عمر کے نوجوانوں سے کہیں زیادہ تھی۔ اس نے دنیا جہان کا ادب چاٹ ڈالا تھا جو کتاب اس کی دسترس میں آئی وہ اسے پڑھے بغیر نہیں چھوڑتا تھا۔ ملنے والا کوئی فرد اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا کہ جان کے بعد یہ سب ایڈگر کا ہوگا۔ مگر اس موقع پر اس کی افتادِ طبع پہلی بار کھل کر سامنے آئی۔ اس نے جان کے بزنس میں شرکت کی بجائے آگے پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پڑھنے اور کوئی علمی کام کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ جان کے خیال میں اس نے جتنی تعلیم حاصل کرنی تھی کر لی تھی اور اب اسے عملی زندگی میں آ جانا چاہیے تھا۔ دراصل جان اپنی ساری دولت مندی کے باوجود ایک کنجوس شخص تھا اور اسے ایڈگر کی اعلیٰ تعلیم کے اخراجات کھل رہے تھے۔ اس نے ایڈگر سے کہا۔ ”تم کیوں رقم خرچ کرنا چاہتے ہو جب کہ اب تم اپنے وقت کو دولت میں بدل سکتے ہو۔“

”میں آگے پڑھنا چاہتا ہوں۔“ ایڈگر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے اس صورت میں تم اپنی تعلیم کے اخراجات خود برداشت کرو گے۔“

ایڈگر کا خیال تھا کہ جان عارضی ناراض تھا اور جلد وہ مان جائے گا اور اس کی تعلیم کے اخراجات برداشت کر لے گا۔ اس نے اپنی جمع پونجی سے یونیورسٹی آف ورجینیا میں داخلہ لیا۔ یہ یونیورسٹی امریکی صدر تھامس جیفرسن نے قائم کی تھی اور یہاں طلبا کے لیے خاصے سخت رول تھے۔ یہاں جوا، گھوڑے اور ہتھیار، تمبا کو اور الکوحل ممنوع تھی۔ مگر ساتھ ہی جیفرسن نے ایک عجیب قانون بنایا تھا کہ طلبا کو پکڑنے کا اختیار انتظامیہ کے پاس نہیں تھا بلکہ ہر طالب علم اپنے بارے میں خود رپورٹ کرتا کہ اس نے مذکورہ قوانین کی کب کب خلاف ورزی کی اور پھر اسے سزا ملتی تھی۔ مزے کی بات ہے اپنے بارے میں رپورٹ کرنے والے طلبا کا تناسب بہت زیادہ تھا اور یہ قانون آج بھی برقرار ہے۔ ایڈگر کو یونیورسٹی سے پہلے ہی شراب اور جوئے کی لت لگ چکی تھی۔ یونیورسٹی میں داخلے کے بعد بھی اس کے یہ مشاغل جاری رہے۔ مگر اسے اپنے بارے میں رپورٹ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ کیونکہ پہلے سمسٹر کے بعد اسے مالی مشکلات کے سبب یونیورسٹی چھوڑنا پڑی تھی۔

جان کا خیال تھا کہ ایڈگر واپس آ جائے گا اور اب اس کے ساتھ کام کرے گا۔ مگر وہ ایڈگر کی ضدی طبیعت کا درست اندازہ نہیں کر پایا تھا۔ ایڈگر نے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لیے انوکھا فیصلہ کیا اور اس نے فوج میں ملازمت کر لی۔ ہوا یوں کہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے دوران اس کا زور غیر نصابی سرگرمیوں پر رہا اور خاص طور سے جوئے کے شوق نے اسے خاصا مقروض کر دیا۔ بعد میں ایڈگر نے اس کا الزام اپنے منہ بولے باپ کو دیا جس نے اسے اتنی رقم نہیں دی جس سے وہ فیس ادا کرتا، کتابیں اور کپڑے خرید سکتا۔ اس لیے اس نے رقم کی خاطر جوا کھیلا اور بدقسمتی سے مزید قرض چڑھا بیٹھا۔ اسے اتارنے کے لیے اس نے فوجی ملازمت کی اور یہاں اس نے ایڈگر اے پیری کے نام سے رجسٹریشن کرائی۔ غالباً وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے قرض خواہوں کو علم ہو کہ وہ فوج میں ہے اور وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں چلے آئیں۔ اس نے عمر بھی غلط

لکھوائی۔ وہ اٹھارہ سال کا تھا مگر اس نے بتایا کہ وہ بائیس سال کا ہے۔

فوجی ملازمت ایڈگر کا ایک غلط فیصلہ ثابت ہوئی۔ وہ کسی طرح بھی فوجی ملازمت کا اہل نہیں تھا۔ اس کی صحت اچھی تھی۔ مگر وہ نازک مزاج ہونے کے ساتھ لاابالی طبیعت کا آدمی تھا جس کے لیے نظام الاوقات سے زندگی گزارنا جہنم میں رہنے کے مترادف تھا پھر یہاں شراب اور جوئے پر پابندی تھی۔ یہ دونوں کام چھپ چھپا کر ہی ممکن تھے۔ اس وقت فوجی ملازمت کرنے والوں کو کم سے کم پانچ سال ملازمت کرنا پڑتی تھی۔ اس کی اوّلین پوسٹنگ بوسٹن کے پاس فورٹ انڈی پینڈینس میں ہوئی اور اسے یہاں کارپول سارجنٹ کے طور پر تعینات کیا گیا۔ اس کی تنخواہ کل پانچ ڈالرز ماہانہ بنتی تھی۔ یہیں اس نے اپنی پہلی کتاب شائع کرائی۔ یہ نظموں کا مجموعہ ”تیمورلنگ اینڈ آدر پوئمس“ تھی۔ چالیس صفحات کی اس کتاب کی کل پچاس کاپیاں شائع ہوئیں اور اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ آج اس کی صرف ایک کاپی دستیاب ہے۔ اسی سال اس کا تبادلہ جنوبی کیرولینا کے فورٹ مڈریا میں کر دیا گیا۔ یہاں اسے آرٹی آفیسر کے عہدے کی پیشکش ہوئی۔ یہ عہدہ خاص طور سے جدید آرٹلری کے لیے بنایا گیا تھا اور یہاں ایڈگر کی تنخواہ دوگنی ہوگئی۔

تقریباً سوا دو سال بعد ایڈگر نے فوج سے نکلنے کا فیصلہ کیا حالانکہ اس وقت وہ سارجنٹ میجر کے عہدے پر پہنچ گیا تھا جو فوج میں نان کمیشنڈ افسران کے بعد سب سے اونچا رینک تھا۔ اس کی تنخواہ پچیس ڈالرز ماہانہ ہوگئی تھی۔ اس کا بیشتر قرض اتر گیا تھا۔ مگر وہ فوجی ملازمت سے اکتا گیا تھا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ادب کے میدان میں طبع آزمائی کرے گا۔ لیکن فوج چھوڑنے کی وجہ صرف یہی نہیں تھی۔ شراب اور جوئے سے متعلق اس کی بے اعتدالیاں فوج میں بھی جاری رہیں اور بالآخر اس کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ ہاورڈ نے اس کے سامنے دو آپشن رکھے کہ یا تو وہ عزت سے استعفا دے دے یا پھر احتساب کے لیے تیار ہوجائے۔ لیکن اس صورت میں اسے نہ تو واجبات ملتے اور نہ ہی وہ آئندہ کسی سرکاری ملازمت کا اہل رہتا کیونکہ اس نے فوجی ملازمت کی لازمی مدت پوری نہیں کی تھی۔ ایڈگر نے پہلا آپشن اختیار کیا اور فوج سے نکل گیا۔ اس وقت فوج کی ملازمت عزت اور ناموری حاصل کرنے کا سب سے آسان ذریعہ بھی جاتی تھی اور فوج سے نکالنا بے عزتی کے

مترادف ہوتا تھا۔

فوج میں ملازمت کے دوران اس میں خاصی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ اوّل اس کی منگیتر سارہ سے منگنی ٹوٹ گئی تھی کیونکہ وہ کسی فوجی کی بیوی نہیں بننا چاہتی تھی۔ پھر اس کے قرضوں کی وجہ سے جان اور فرانسس سے اس کے تعلقات بھی خراب ہوئے تھے اور وہ اس دوران میں صرف دو بار ر چھوٹا گیا تھا۔ دونوں بار اسے جان اور فرانسس کا رویہ روکھا لگا۔ فرانسس اس سے محبت کرتی تھی۔ مگر وہ اس کے بے پروا رویے کو پسند نہیں کرتی تھی۔ دوسری بار اسے معلوم ہوا کہ اس کی سابق منگیتر کی شادی ہو چکی ہے۔ وہ انہیں خط لکھتا تھا مگر اسے جواب نہیں ملتا۔ پھر فرانسس بیمار ہو گئی اور ڈاکٹروں نے اسے جواب دے دیا۔ ایڈگر نے خط لکھ کر جان سے اس کے بارے میں پوچھا تب بھی اسے جواب نہیں ملا اور جب اسے علم ہوا کہ فرانسس آخری دموں پر ہے تب وہ فوج چھوڑ کر رچھوٹا جا رہا تھا۔ وہ گھر پہنچا تو فرانسس کی تدفین ایک دن پہلے ہو چکی تھی۔ ایڈگر کے لیے یہ صدمہ تھا کیونکہ وہ جان کی نسبت فرانسس سے کہیں قریب تھا۔ اس نے شکوہ کرنا بیکار سمجھا۔

بیوی کی موت نے جان کا دل نرم کر دیا تھا اور پھر یہ خاندان کی عزت کا معاملہ تھا۔ جان نے ایڈگر کو موقع دیا کہ وہ فوج سے باعزت مستعفی ہو سکے۔ اس کے لیے اسے بقیہ مدت پوری کرنے کے لیے ویسٹ پوائنٹ بھیجا۔ ویسٹ پوائنٹ فوجی تربیت کا بنیادی ادارہ ہے۔ جان نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا اور ایڈگر کی مالی ضمانت دی یوں بالآخر وہ 15 اپریل 1829 کے دن دوبارہ فوج میں شامل ہوا۔ اس بار اسے کمیشنڈ آفیسر کی تربیت حاصل کرنی تھی۔ ایڈگر ویسٹ پوائنٹ جانے سے پہلے وہ بالٹی مور گیا جہاں اس کی بیوہ خالہ ماریا کلیمن اور کزن ورجینیا، اس کا بھائی ولیم اور خالہ کی ساس رہتے تھے۔ اس دوران میں ایڈگر نے اپنی دوسری کتاب "ال آراف، تیمور لنگ اینڈ مائنر پوئمز" چھپوائی۔ مگر اس کا حشر بھی سابق کتاب سے مختلف نہیں ہوا۔ ایڈگر کی شاعری سے کسی کو دلچسپی نہیں تھی۔ وہ یورپی رجحانات کے تحت شاعری کرتا تھا اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کی نظموں کا مرکز مشرق کے کردار تھے جن سے امریکیوں کو بہت کم دلچسپی تھی۔

جب وہ ویسٹ پوائنٹ میں تھا تو اسے پتا چلا کہ جان ایلین نے دوسری شادی کر لی ہے اور کچھ عرصے بعد اس کی دوسری بیوی لوئیسا نے اس کے بچے کو جنم دیا تو ایڈگر کا جان سے رہا سہا تعلق بھی ختم ہو گیا اور اس نے ایڈگر کو باقاعدہ الگ کر دیا۔ اب وہ اس کا لے پالک نہیں رہا تھا اور نہ ہی اس کی دولت سے ایڈگر کا کوئی واسطہ رہا تھا۔ ایڈگر ایلین پو کے لیے یہ ایک دھچکا تھا کیونکہ فی الحال اس کا کوئی خاص روزگار نہیں تھا۔ فوجی تربیت کے دوران جو وظیفہ ملتا تھا۔ اس کا بیشتر حصہ قرض میں چلا جاتا اور باقی اس کے اخراجات کے لیے ناکافی تھا۔ جان کا سہارا بھی ختم ہو گیا تھا اس لیے ایڈگر کے لیے فوجی ملازمت اب ایک بوجھ بن گئی تھی۔ جیسے ہی اس کا قرض اترا اس نے فوج سے نکلنے کی تگ و دو شروع کر دی۔ وہ [illegible] ست استعفا نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنا اور سینئرز کی حکم عدولی کرنا شروع کر دی۔ ساتھ ہی اس نے طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے کلاسز، چرچ اور مشقوں میں جانے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ ایک بار پھر فوج سے اس کی برخواستگی کی صورت میں سامنے آیا۔

اگلے سال اس نے نیویارک کا سفر کیا اور یہاں اس نے ایلم بلیس پبلشر سے اپنی تیسری کتاب شائع کرائی۔ یہ بھی نظموں کا مجموعہ تھی اور اس کا خرچ ایڈگر کے ساتھی کیڈٹس نے اٹھایا تھا انہوں نے فی کس پچھتر سینٹ اس مقصد کے لیے دیے اور کل ایک سو ستر ڈالرز جمع ہوئے۔ اس چندے سے کتاب شائع ہوئی اور حسب سابق ناکام ہوئی۔ شاید اس لیے کہ اس میں بھی تیمور لنگ اور ال آراف کی نظمیں موجود تھیں۔ مگر ساتھ ہی اس میں ایڈگر کی چھ ایسی نظمیں بھی تھیں جو پہلی دو کتابوں میں شائع نہیں ہوئی تھیں۔ کتاب کے اوّلین صفحے میں ویسٹ پوائنٹ کے ان کیڈٹس کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا تھا جنہوں نے اس کتاب کے لیے چندہ دیا تھا۔ دراصل ایڈگر اپنی ان نظموں کی وجہ سے زیرِ تربیت کیڈٹس میں نہایت مقبول تھا جو اس نے کمانڈنگ آفیسرز کے بارے میں کہیں تھیں ظاہر ہے اس نے ان کی ہجو کی تھی۔

ناکامی کی ہیٹ ٹرک کر کے دل برداشتہ ایڈگر نے ایک بار پھر خالہ کے پاس بالٹی مور کا رخ کیا۔ یہ وقت اس کے لیے نہایت مشکل تھا۔ کیونکہ ان ہی دنوں ایڈگر کا بڑا بھائی ولیم الکوحل کے بے اعتدال استعمال کی وجہ سے صحت گنوا بیٹھا تھا اور آخری دموں پر تھا۔ وہ بالٹی مور کے کسی نرسنگ ہوم میں داخل تھا اور ایڈگر کے سامنے اس نے آخری سانس لی۔ موت ایڈگر کے لیے نئی چیز نہیں تھی اگرچہ اس نے کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا مگر اپنے کئی ساتھیوں کو

مختلف حادثات اور بیماریوں میں مرتے دیکھا تھا۔ البتہ اپنے کسی رشتے کو پہلی بار موت کے گھاٹ اترتے دیکھا۔ ایڈگر کی ولیم سے جوانی تک چند ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ بالٹی مور میں اوّلین قیام کے دوران وہ پہلی بار تفصیل سے ملے اور ایڈگر اپنے بھائی سے قریب ہوا تھا۔ جب وہ واپس گیا تب بھی انہوں نے خط پر رابطہ رکھا تھا۔ اس وقت ایڈگر کو خیال نہیں آیا تھا کہ وہ اتنی جلدی بھائی سے محروم ہو جائے گا۔ اب دنیا میں اس کا خون کا واحد رشتہ اس کی بہن رہ گئی تھی۔

ولیم میں بھی لکھنے کے جراثیم تھے اور اس نے بہت اچھی شاعری کی تھی مگر اس نے کبھی اسے شائع کرانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی شاعری دیکھ کر ایڈگر نے سوچا کہ اگر کبھی اسے مالی فراغت نصیب ہوئی تو وہ اپنے بھائی کی شاعری شائع کرائے گا۔ مگر اسے یہ فراغت کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ بھائی کی موت کے بعد اس نے زیادہ شدومد سے بہ حیثیت ادیب اپنا کیریئر بنانے کی سعی شروع کر دی۔ جس وقت لکھنا اور ادیب ہونا یورپ میں نفع بخش پیشہ بن گیا تھا اس وقت امریکا میں اسے صرف ایک جز وقتی پیشے کی حیثیت حاصل تھی۔ کوئی امریکی مصنف صرف تحریر کے بل بوتے پر زندگی گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کی ایک وجہ ملک میں کاپی رائٹ کے قوانین کا نہ ہونا بھی تھا۔ امریکی پبلشر اور رسائل کے مالکان نہایت ڈھٹائی سے یورپ کے نامور ادیبوں کی تخلیقات نہ صرف کتابی شکل میں بلکہ رسالوں میں بھی شائع کر رہے تھے۔ اس لیے انہیں نیا امریکی مصنف شائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی جسے کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ ایسے میں کون لکھاری ایسا تھا جو صرف لکھنے کو پیشہ بناتا۔ یہ جرأت سب سے پہلے ایڈگر ایلن پو نے کی تھی۔

1837 میں آنے والا معاشی بحران بھی بڑی حد تک اس کا ذمے دار تھا۔ اگرچہ پبلشنگ کی صنعت تیزی سے ترقی کر رہی تھی اور اس میں نئی ٹیکنالوجی کا اضافہ ہوا تھا مگر دگرگوں معاشی حالات کی وجہ سے پبلشر نے مصنفین کو معاوضہ دینے یا وہ معاوضہ دینے سے انکار کر دیا جس کا وعدہ کر چکے تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود اس دور میں نئے لکھنے والے امریکی نوجوانوں کی ایک کھیپ پرورش پا رہی تھی۔ ان میں سے بیشتر نے آنے والے وقتوں میں خاصی کامیابی حاصل کی اور بہت سارے تو آسودگی اور دولت مندی کی منزل تک پہنچے تھے۔ مگر جس شخص نے سب سے پہلے یہ کام کیا وہ ساری عمر مالی پریشانیوں کا شکار رہا اور اسے گزارا کرنے کے لیے قرض ادھار سے لے کر مدد مانگنے تک بہت سارے طریقے اپنانے پڑے تھے۔ اکثر پبلشر اس سے لکھواتے ہوئے جو وعدے کرتے تھے وہ وفا نہیں ہوتے تھے۔

شاعری کے میدان میں لگاتار ناکامیوں کے بعد ایڈگر نے نثر کی طرف توجہ دی۔ اس نے شاعری جاری رکھی تھی۔ مگر اپنی آخری کتاب کی ناکامی کے بعد فیصلہ کر چکا تھا کہ اب شاعری کی کوئی کتاب شائع نہیں کرائے گا۔ اسے نثر کی طرف آنے میں کچھ وقت لگا تھا۔ اس نے فلاڈلفیا چلی گیٹنر کے ساتھ مل کر مختصر کہانیاں لکھنا شروع کیں اور ان ہی دنوں اس نے اپنا واحد ڈراما ”دی پولی ٹیشن“ (سیاست دان) لکھا۔ 1833 میں اس کی ایک چھوٹی کہانی ”مس فاؤنڈ ان بوتل“ کو انعام ملا اور اس کہانی نے ایک معروف دولت مند جان پی کینیڈی کو متوجہ کر لیا۔ کینیڈی مطالعے کا شوقین تھا اور نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ اس نے ایڈگر کو ملاقات کے لیے بلایا اور اسے تھامس ڈبلیو وائٹ سے متعارف کرایا۔ تھامس رچمونڈ کے رسالے ساؤدرن لٹریری میسنجر کا ایڈیٹر تھا۔ کینیڈی کی وجہ سے ایڈگر کو یہاں اسسٹنٹ ایڈیٹر کی ملازمت مل گئی جو چند ہفتے سے زیادہ جاری نہ رہ سکی اور اسے نکال دیا گیا کیونکہ وہ اپنے باس کی شراب چرا کر پیتا ہوا پکڑا گیا تھا۔

دل برداشتہ ایڈگر بالٹی مور واپس چلا گیا اور وہاں اس نے اپنی کزن ورجینیا سے شادی کر لی۔ اس وقت وہ چھبیس برس کا تھا اور ورجینیا صرف تیرہ برس کی تھی لیکن شادی کے سرٹیفکیٹ پر اس کی عمر اکیس برس لکھی تھی۔ امریکا میں شادی کی قانونی عمر لڑکیوں کی سولہ سال تھی۔ قانون کی خلاف ورزی اور سزا سے بچنے کے لیے ایڈگر اور اس کی خالہ نے یہ جھوٹ بولا۔ اس کے تین سال بعد ایڈگر نے رچمونڈ میں دوبارہ ورجینیا سے شادی کی اور اس بار یہ تقریب ہوا ہی جانے پر ہوئی۔ تب تک لوگ بھی جانتے تھے کہ ایڈگر اپنی بے سہارا خالہ اور کزن کو ساتھ رکھے ہوئے ہے۔ شادی کرتے ہی اس کے حالات میں کسی قدر بہتری آئی تھی۔ معافی طلب کرنے کے بعد وائٹ نے اسے واپس رسالے میں بلا لیا۔ اس نے اسے مشورہ دیا کہ وہ سری ادب لکھے کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت تھی۔ ایڈگر نے اس کے مشورے پر عمل کیا اور یہاں آنے والے چار سالوں تک کام

کرتا رہا۔ یہ سب سے طویل عرصہ تھا جو اس نے کسی ایک جگہ کام کرتے ہوئے گزارا۔ ایڈگر کا دعویٰ تھا کہ اس کے آنے سے رسالے کی اشاعت سات سو سے بڑھ کر ساڑھے تین ہزار ہوگئی تھی۔

ان چار سالوں میں اس نے رسالے میں بے شمار نظمیں، کہانیوں پر تبصرے، تنقیدیں اور اپنی کہانیاں شائع کیں۔ رسالے کی ملازمت ترک کرنے کے بعد اس نے اپنی اوّلین نثری کتاب ''دی نیریٹو آف آرتھر گورڈن پائم آف نان ٹکٹ'' شائع کرائی اور اسے وسیع پیمانے پر پڑھا اور پسند کیا گیا۔ اس زمانے میں کتابوں کے طویل نام رکھنے کا رواج تھا۔ مگر اس کتاب سے ایڈگر زیادہ مالی فائدہ حاصل نہیں کرسکا تھا۔ اس سے کئی گنا زیادہ اس پبلشر نے کمایا جس نے یہ کتاب شائع کی تھی مجبوراً ایڈگر کو واپس ملازمت کی طرف آنا پڑا اور اس بار اسے ایک فکشن میگزین ''بورٹن جنٹل مین میگزین'' میں نائب مدیر کی نوکری ملی۔ یہاں بھی اس نے بے شمار کہانیاں، تبصرے اور تنقیدیں لکھیں۔ اس کی کاٹ دار تنقید کی وجہ سے اسے مصنف سے زیادہ تنقید نگار کے طور پر جانا جاتا تھا۔ حالانکہ اس نے بورٹن جنٹل مین میں اس معیار کی تنقید نہیں کی تھی۔ جو ساؤدرن لٹریری میسنجر میں اس کا خاصا رہی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے زیادہ وہ لکھنے میں مصروف رہا تھا۔ کیونکہ اگلے سال 1839 میں اس کی کہانیوں کا مجموعہ ''ٹیلز آف گروٹسکس اینڈ عربسکس'' دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ شاید اس کتاب سے اسے کچھ رقم حاصل ہوئی تھی۔ مگر اسے پہلی کتاب جیسی پسندیدگی حاصل نہیں ہوئی اور اس پر خاصی تنقید بھی ہوئی تھی۔

ایڈگر کے دور میں سری ادب سے مراد مار دھاڑ ہوتی تھی۔ یوں سمجھ لیں کہ اسے جاسوسی فکشن کی بجائے جاسوسی ایکشن کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ کہانیوں میں ہیرو سراغ رسانی سے زیادہ مجرموں کی براہِ راست سرکوبی کرتا تھا اور اس قسم کی کہانیاں بہت پسند کی جاتی تھیں۔ اگرچہ روایتی طور پر سری ادب کا بانی سر آرتھر کانن ڈائل کو کہا جاتا ہے جنہوں نے شرلاک ہومز جیسا شہرہ آفاق کردار تخلیق کیا۔ مگر صرف انہیں سری ادب کا بانی قرار دینا ایڈگر ایلن پو کے ساتھ زیادتی ہوگی کیونکہ اس نے بے شمار چھوٹی اور بڑی ایسی کہانیاں لکھیں جن میں سراغ رسانی کے سائنسی پہلوؤں کو مدِنظر رکھا گیا اور اس کی کہانیاں منطق اور حقیقت نگاری کے

معیار پر پورا اترتی تھیں۔ بدقسمتی سے وہ کوئی خاص کردار تخلیق کرنے میں ناکام رہا اور مزید یہ کہ وہ ناول بھی نہ لکھ سکا۔ شاید وہ زندہ رہتا تو یہ دونوں کام کر جاتا۔ ادب میں زندہ رہنے کے لیے ناول نگاری اور کردار نگاری لازمی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے باوجود ایڈگر ایلن پو نے جو لکھا وہ اسے یاد رکھنے کے لیے کافی ہے۔

ہر معروف ہوجانے والے مصنف کی طرح ایڈگر ایلن پو کے دماغ میں بھی ذاتی پبلشنگ کا سودا سمایا۔ یہ فطری خیال ہے۔ مصنف سوچتے ہیں کہ پبلشر ان کی وجہ سے کما رہے ہیں اگر وہ نہ لکھیں تو پبلشر خود سے کما نہیں سکتا اس لیے وہ پبلشر بھی بن سکتے ہیں۔ حالانکہ پبلشنگ ایک الگ میدان ہے اور ضروری نہیں ہے کہ کوئی کامیاب مصنف کامیاب پبلشر بھی بن جائے۔ اگرچہ ایسی مثالیں ہیں جب مصنفین نے اپنی کہانیاں اور کتابیں خود شائع کیں اور کمایا لیکن ایسی مثالوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے جب مصنف نے پبلشر بننے کی کوشش کی اور اسے ناکامی ملی۔ بہت سے تو تحریر کے حوالے سے حاصل کی ہوئی دولت اور مقام بھی گنوا بیٹھے۔ ایڈگر نے اعلان کیا کہ وہ عنقریب ''اسٹائلس'' نامی رسالہ نکالنے والا ہے۔ جون 1840 میں فلاڈلفیا کے معروف اخبار سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ میں اس کا اشتہار بھی چھپا مگر اس میں رسالے کا نام تبدیل کرکے ''پان میگزین'' کردیا گیا۔ اشتہار کچھ یوں تھا ''ایک شاندار ماہنامہ جسے معروف مصنف اور شاعر ایڈگر اے پو کی زیرِ ادارت اور زیرِ سرپرستی شائع کیا جائے گا۔''

مگر ایڈگر کی موت تک یہ رسالہ نہ شائع ... ہوسکا۔ ایک طرف تو ایڈگر ایلن پو پبلشر بننے کی کوشش کر رہا تھا دوسری طرف سرکاری حلقوں سے قربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ صدر ٹیلر سے کوئی سرکاری عہدہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اسے اُمید تھی کہ وگ پارٹی کا ممبر بن سکے گا۔ وگ پارٹی سے مراد صدر کے قریبی حلقے کے لوگ تھے جنہیں اس نے مشاورت اور معاونت کے لیے جمع کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ صدر ٹیلر کے بیٹے رابرٹ کی دوستی کو استعمال کر رہا تھا۔ اسے اُمید تھی کہ اگر وہ وگ پارٹی کا ممبر بن سکا تو کم سے کم فلاڈلفیا کسٹم ہاؤس میں کوئی نہ کوئی منصب حاصل کرلے گا۔ کسٹم ہاؤس کی اصطلاح ثقافتی مرکز کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ کسٹم ہاؤس کی صدارت پر متمکن فریڈرک تھامس سے اس کی اوّلین ملاقات نہ ہوسکی

حالانکہ اس ملاقات کے نتیجے میں اسے کوئی عہدہ ملنے کا پورا امکان تھا۔ اس نے بیماری کا بہانہ بنایا مگر تھا سب کو یقین تھا کہ وہ نشے میں دھت ہونے کی وجہ سے نہیں آسکا تھا۔ اس کے بعد بھی ہونے والے کئی اپائنمنٹ تکمیل تک نہ پہنچ سکے اور یوں سرکاری عہدہ حاصل کرنے کا خواب خواب ہی رہ گیا۔

ورجینیا سے شادی بہت کامیاب رہی تھی حالانکہ ایڈگر بہت غیر ذمے دار شخص تھا۔ وہ شراب پیتا تھا اور اکثر راتوں کو دیر سے آتا تھا۔ ورجینیا اس کی حرکتوں پر صبر کرتی تھی کیونکہ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ خود ایڈگر بھی اس سے محبت کرتا تھا۔ 1842 میں اسے گلے اور سینے میں تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹر نے معائنے کے بعد تشخیص کیا کہ پیانو پر بیٹھنے اور گانے سے اسے یہ تکلیف ہوئی تھی کیونکہ اس کے گلے کی ایک شریان متاثر ہوئی تھی۔ علاج ہوا اور ورجینیا کو افاقہ بھی ہوا تھا مگر اس کی صحت بہت گر گئی تھی۔ اس کی فکر کی وجہ سے ایڈگر نے حد سے زیادہ شراب پینا شروع کر دی۔ اس کی اپنی طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی۔ ایسے میں ورجینیا نے اسے مشورہ دیا۔

”تم کہیں اور چلے جاؤ اگر تم میرے سامنے رہے تو فکرمند ہو کر خود کو بھی بیمار کر لو گے۔“

ورجینیا کا مشورہ اس کے دل کو لگا۔ ان دنوں وہ گراہم میگزین کی ادارت کر رہا تھا۔ یہ بھی فلاڈلفیا سے شائع ہونے والا ایک ادبی رسالہ تھا مگر اس میں سیاست پر بھی لکھا جاتا تھا۔ ایڈگر کی طبیعت اس سے بیزار ہو چکی تھی اس لیے اس نے میگزین کی نوکری چھوڑ دی اور نیویارک جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اسے سرکاری منصب کی پیشکش ہوئی اور اس نے قبول کر لی۔ مگر مسئلہ وہی تھا جب تک وہ یہاں رہتا ورجینیا کی وجہ سے حد سے زیادہ شراب نوشی کرتا رہتا۔ اس لیے بالآخر اس نے یہ نوکری بھی چھوڑ دی اور نیویارک روانہ ہو گیا۔ یہاں اس نے پہلے ایوننگ مرر میں کچھ عرصے کام کیا اور پھر وہ براڈوے جرنل میں ایڈیٹر بن گیا۔ اس نے اس میں مالی شراکت کی اور کچھ عرصے بعد باقی شراکت داروں کے دستبردار ہونے کے بعد وہ اس رسالے کا اکیلا مالک بن گیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ رسالے کا مستقبل تاریک تھا اور اس پر قرض بڑھتا جا رہا تھا۔ رسالے کا مالک بنتے ہی اس کے ہاتھ میں گویا ایک ہتھیار آ گیا اور اس نے معاصر ادیبوں پر کھل کر تنقید شروع کر دی۔ خاص طور سے ہنری وڈز ورتھ لانگ فیلو اس کا نشانہ بنا اس نے اس کی تصنیف ”ہائپیریزم“ پر بے تحاشا تنقید کی اور اسے ادب پر دھبا قرار دیا۔ مگر لانگ فیلو نے اسے کبھی جواب نہیں دیا۔

1845 میں اس کی شہرہ آفاق نظم ”دی ریوان“ شائع ہوئی۔ مگر یہ نظم براڈوے جرنل کی بجائے ایوننگ مرر میں شائع ہوئی اور اس کے بدلے اسے صرف نو ڈالرز ملے تھے۔ اسی نے ایڈگر ایلن پو کا نام سارے امریکا میں پھیلا دیا۔ بعد میں اسے نام بدل کر اور کسی قدر تبدیلی کے ساتھ ”دی امریکن ریویو اے وگ جرنل“ میں شائع کیا۔ اس بار اسے ”کوارلیس“ کا نام دیا گیا تھا۔ براڈوے جرنل زیادہ عرصہ شائع نہ ہو سکا اور مالی مشکلات کی وجہ سے اسے بند کرنا پڑا تھا۔ دل برداشتہ ہو کر ایڈگر برونکس نیویارک کے ایک کاٹیج میں منتقل ہو گیا۔ اس وقت یہاں جنگل تھا اور یہ جگہ کنگسٹن برج کے پاس ہے۔ اس نے ورجینیا کو نیویارک بلا لیا تھا۔ اس جگہ سے قریب ہی سینٹ جانس میڈیکل کالج تھا جو اب فورڈہام یونیورسٹی بن چکا ہے۔ اسی کالج کے اسپتال میں ورجینیا نے اپنی زندگی کے آخری سانس لیے۔

عورتوں کے معاملے میں ایڈگر بدقسمت رہا۔ اس کی اولین منگیتر سارہ اس سے چھن گئی پھر اس نے کئی معاشقے کیے اور سب ناکام رہے۔ پھر ورجینیا اس کی زندگی میں آئی مگر وہ بھی چند سال بعد اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ ایڈگر اس سے محبت کرتا تھا اور اس نے اپنی مشہور نظم ”ڈیتھ آف اے بیوٹی فل وومن“ میں ورجینیا کو مرکزی کردار بنایا تھا۔ وہ پھر بہت زیادہ پینے لگا اور بعض اوقات صرف شراب نوشی کا قرض ادا کرنے کے لیے وہ چند ڈالرز کے عوض کہانی دے دیتا تھا۔

ورجینیا کے بعد ایڈگر نے شاعرہ سارہ ہیلین وائٹ مین سے شادی کی کوشش کی اور ان کی منگنی بھی ہو گئی تھی مگر بعض وجوہات کی بنا پر یہ منگنی برقرار نہ رہ سکی۔ ایڈگر کو یقین تھا کہ اس منگنی کے خاتمے میں سارہ کی ماں کا ہاتھ تھا جو اپنی خوب صورت اور دولت مند بیٹی کی شادی مفلس اور بے پروا ایڈگر سے کرنا نہیں چاہتی تھی۔ دل برداشتہ ہو کر اس نے رچمنڈ کا رخ کیا اور اپنی اولین محبت سارہ روسٹر سے پھر سے تعلقات کا آغاز کیا۔ سارہ کی شادی ختم ہو گئی تھی اور وہ دوبارہ ایڈگر کے پاس آ گئی تھی۔ فی الحال وہ رچمنڈ میں ہی مقیم تھی۔ اس کا باپ ایکسن روسٹر نیویارک منتقل ہو گیا تھا اور وہ مزید دولت مند ہو گیا تھا۔ ایڈگر واپس آیا اور اس نے

سارہ سے ملاقات شروع کی تو یہ خبر ایلمیرا رائسٹر سے زیادہ دیر چھپی نہیں رہی اور وہ آکر سارہ کو اپنے ساتھ نیویارک لے گیا۔

ایڈگر کی ساری زندگی شمال مشرقی امریکا کی ان ریاستوں میں گزری جو بحراوقیانوس کے ساتھ آباد ہیں۔ وہ بوسٹن میں پیدا ہوا اور چھوٹے میں پلا بڑھا اور اس کا ادبی کیریئر فلاڈلفیا، نیویارک اور بالٹی مور میں آگے بڑھا تھا بالٹی مور میں ایڈگر کے لیے کچھ خاص نہیں تھا سوائے اخبار بالٹی مور پیٹریاٹک کے اور اس کے ایڈیٹر ہنری سے اس کے اچھے تعلقات بھی تھے۔ وہ گزشتہ دس سال سے اس اخبار کے لیے لکھ رہا تھا۔ وہ مارچ 1849 میں بالٹی مور منتقل ہوا اور اس نے یہاں ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا۔ مکان کیا یہ اس کا گھر بھی تھا اور دفتر بھی کیونکہ یہیں وہ کام کرتا تھا۔ اب وہ امریکی ادب کا ایک جانا پہچانا نام تھا اور یہاں اس کے بے شمار مداح تھے۔

ان میں ایک ایملی ہملٹن بھی تھی جو بالٹی مور کے ایک نامور سیاست دان اور صنعتکار کی اکلوتی بیٹی تھی۔ پہلے وہ اس سے ادب کے حوالے سے ملی لیکن جلد محبت نے انہیں ایک اور رشتے میں جوڑ دیا۔ مگر یہاں بھی وہی مسئلہ ہوا۔ چارلس ہملٹن کو ایڈگر ایک آنکھ نہیں بھایا اور اس نے اسے دھمکی دی کہ وہ اس کی بیٹی سے دور رہے ورنہ وہ اسے شوٹ کردے گا۔ اس کے باوجود وہ دونوں چھپ کر ملتے رہے۔ ان کی ملاقاتیں ایڈگر کے دفتر نما مکان میں ہوتی تھیں۔ ایملی چپکے سے آتی اور چپکے سے ہی چلی جاتی تھی۔ یہاں سے ایڈگر کی زندگی کا آخری پُراسرار دور شروع ہوا جو بالآخر اس کی پُراسرار موت پر ختم ہوا۔ تاریخ کے صفحوں میں ایڈگر ایلن پو کے حوالے سے ان واقعات کا ذکر نہیں ملے گا۔ مگر بعض دوسرے واقعات اور حالات گواہی دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔

☆☆☆

بالٹی مور پیٹریاٹک کا تازہ شمارہ دفتر میں موجود پریس میں چھپ رہا تھا۔ اس میں ایڈگر کی تازہ ترین کہانی کی اولین قسط شائع ہوئی تھی۔ ایڈگر پریس میں داخل ہوا تو پریس کے انچارج آئیوان نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے گرم جوشی سے کہا۔ ''مسٹر ایڈگر دیکھو اپنی کہانی۔''

ایڈگر نے اپنی کہانی دیکھی اور اس کا چہرہ بگڑ گیا۔ وہ دندناتا ہوا ہنری کے کمرے میں پہنچا اور اخبار پھاڑ کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ ''یہ کیا بکواس ہے؟''

''جو تم نے لکھی ہے۔''

''یہ بکواس میں نے نہیں لکھی۔''

ہنری نے گہری سانس لی اور سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''دیکھو ایڈگر لوگ جرم پڑھنا چاہتے ہیں انہیں خون سے دلچسپی ہے۔ انہیں اس قسم کی الجھی کہانیاں......''

''تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ تم میری تحریر کو تبدیل کرو۔''

''کیونکہ میں اس اخبار کا مدیر ہوں۔'' ہنری کا لہجہ بھی بلند ہو گیا۔ ''میں اس کا مجاز ہوں۔''

''اب تم اس کے مجاز نہیں ہو گے۔'' ایڈگر نے انگلی اٹھا کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مگر ہنری مطمئن تھا اسے معلوم تھا کہ کل ایڈگر اگلی قسط لے آئے گا جب اسے شراب کے لیے رقم کی ضرورت ہوگی۔

☆☆☆

بالٹی مور کے ڈاؤن ٹاؤن کی ایک کئی منزلہ عمارت کے سامنے کئی افراد جمع تھے۔ اوپر سے کسی عورت کے چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ سامنے سڑک پر پولیس کی وین نمودار ہوئی اور رکتے ہی اس سے نصف درجن پولیس والے باہر آئے۔ ایک بوڑھے آدمی نے کہا۔ ''اوپر چوتھے فلور پر فلیٹ نمبر چار میں کچھ ہو رہا ہے۔''

پولیس کپتان نے دو آدمی نیچے چھوڑے اور اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ اوپر روانہ ہوا۔ مگر ابھی وہ راستے میں تھے کہ انہیں اوپر سے عورت کی ایسی چیخ سنائی دی جس میں موت کا کرب رچا ہوا تھا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ پولیس والے ایک لمحے کو رکے تھے پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئے۔ فلیٹ نمبر چار کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ کپتان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے ایک ساتھ لات مار کر دروازہ کھول دیا۔ اندر تاریکی تھی اور وہ لالٹینیں آگے کیے اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک کمرے کا فلیٹ تھا جس میں داخل ہونے کا ایک دروازہ اور صرف ایک کھڑکی تھی جس کا پٹ مقفل تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک ادھیڑ عمر عورت کی لاش پڑی تھی اور اس کا گلا کاٹ دیا گیا تھا۔ کپتان نے جھک کر چیک کیا وہ مر چکی تھی مگر اسے مرے زیادہ دیر نہیں گزری تھی یقیناً اس نے آخری چیخ ماری تھی جب قاتل نے اس کا گلا کاٹا تھا۔ مگر قاتل کہاں تھا؟ وہ اس کمرے میں کہیں نظر نہیں آرہا تھا اور یہاں سے باہر جانے کا

کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ ان کی توجہ آتش دان کی طرف گئی اس سے کچھ گر رہا تھا وہ آگے آئے اور سب نے اپنے ہتھیار آتش دان کی طرف کر لیے تھے اس سے اوپر سے ریت یا راکھ گر رہی تھی مگر جب وہ نزدیک آئے تو اچانک ایک انسانی ہاتھ گر کر جھولنے لگا۔

ایک گھنٹے بعد ڈی ٹیکٹو ریمنڈ گرین فیلڈ وہاں پہنچا اور اس نے دونوں لاشوں کا معائنہ کیا۔ دوسری لاش جو آتش دان سے ملی تھی ایک بارہ سالہ بچی کی تھی جسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا تھا اور اس کی لاش آتش دان میں ٹھونس دی گئی تھی۔ پڑوسیوں کے مطابق وہ دونوں ماں بیٹی تھیں اور گزشتہ کچھ عرصے سے ان کے ساتھ ایک لمبے کوٹ والا شخص آ کر رہ رہا تھا مگر اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ عورت ریمین انجلی جسم فروش تھی۔ گرین فیلڈ کی توجہ لاشوں سے زیادہ اس بات پر مرکوز تھی کہ قاتل کہاں غائب ہو گیا۔ اس نے کھڑکی کا معائنہ کیا اور اسے چاقو سے کریدا تو اسے ایک خفیہ کھٹکا مل گیا جسے دباتے ہی بہ ظاہر یہ بالکل فکس کھڑکی کھل جاتی تھی۔ قاتل اسی سے فرار ہوا تھا۔ بہ ظاہر قتل کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ ریمین مفلس عورت تھی اس کے پاس سوائے ایک بچی کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر قاتل نے پہلے عورت کو موقع دیا کہ وہ چیخ چلا کر آس پاس والوں کو بتا دے کہ اس کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور عین اس وقت جب پولیس آئی تو قاتل اس کا گلا کاٹ کر اس کھڑکی سے فرار ہو گیا۔ وہ یہ کام پہلے بھی کر سکتا تھا۔ پولیس کو پیچھے آنے سے روکنے کے لیے اس نے کھڑکی میں خفیہ کھٹکا لگا دیا تھا جسے دبائے بغیر کھڑکی کا پٹ نہیں کھلتا تھا۔

☆☆☆

ایڈگر ایلن پو بالٹی مور تھیٹر کے ایک چھوٹے ہال میں اس وقت پچاس ساٹھ خواتین کے سامنے اپنی مشہور نظم دی ریوان سنا رہا تھا۔ اس کا پُراثر لہجہ اور الفاظ کی ادائیگی اور حسن بیان نے ان خواتین کو مسحور کر رکھا تھا۔ یہ سب خواتین اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ سب پانچ پانچ ڈالرز دے کر ایڈگر کا لیکچر سننے اور اپنی شاعری پر اس کی اصلاح لینے آئی تھیں۔ تیسری قطار میں ایملی موجود تھی مگر وہ اصلاح لینے نہیں آئی تھی وہ صرف ایڈگر سے ملنے اور اسے دیکھنے کے لیے آئی تھی۔ اچانک دروازہ کھلا اور بالٹی مور پولیس اندر داخل ہوئی سب سے آگے کپتان جوزف تھا اس نے ایڈگر سے کہا۔ ”مسٹر ایڈگر ایلن پو......؟“

”ہاں میں ہوں۔“

”تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔“

نصف گھنٹے بعد ایڈگر ڈی ٹیکٹو گرین فیلڈ کے دفتر میں اس کے سامنے تھا اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ ”کیا مجھے گرفتار کیا گیا ہے؟“

”بیٹھو مسٹر پو۔“ گرین فیلڈ نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ”میں نے تمہاری کچھ کہانیاں پڑھی ہیں۔“

”اوہ تو تم میرے مداح ہو۔“

”میں نے کہا میں نے تمہاری کچھ کہانیاں پڑھی ہیں۔“ گرین فیلڈ نے تصحیح کی۔

”لیکن عین لیکچر کے دوران پولیس کے دستے کی مدد سے مجھے یہاں بلوانے کا مطلب؟“

گرین فیلڈ نے سامنے رکھا بالٹی مور پوسٹ کا تازہ شمارہ اٹھایا اور بولا۔ ”ایک طوائف اپنی نوعمر بچی کے ساتھ قتل کر دی جاتی ہے۔ قاتل لڑکی کی لاش آتشدان میں چھپا کر کمرے کی کھڑکی سے فرار ہوتا ہے لیکن کھڑکی بہ ظاہر فکس ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک خفیہ کھٹکا تھا۔ قاتل طوائف کا گلا کاٹ دیتا ہے۔ کیا تم کو کچھ یاد آیا مسٹر پو؟“

”مجھے کیا یاد آنا چاہیے؟“ ایڈگر نے خشک لہجے میں پوچھا۔ پھر وہ چونکا اور بولا۔ ”میرے خدا یہ تو میری ایک کہانی ہے۔ لیکن یہ تخیل تھا۔“

”مجھے شک ہے ایسا نہیں ہے۔“ گرین فیلڈ نے اخبار اس کے سامنے ڈال دیا۔ ”اب یہ حقیقت بن چکا ہے۔“

ایڈگر نے خبر دیکھی اور ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ ”یہ گزشتہ رات کا واقعہ ہے؟“

”رات گیارہ بجے تم کہاں تھے؟“

”مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے۔ میں شام کے وقت بندرگاہ کی طرف گیا تھا۔ میں نے پی رکھی تھی اور جب میں جاگا تو اپنے گھر میں تھا مجھے نہیں یاد کہ میں کب اور کس طرح وہاں پہنچا۔“

اسی لمحے دروازہ کھلا اور کپتان جوزف اندر آیا۔ اس نے گرین فیلڈ سے کہا۔ ”سر مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔“ وہ کہہ کر اجازت کا انتظار کیے بغیر آگے آیا اور جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا اور گرین فیلڈ نے سن کر جس طرح ایڈگر کی طرف دیکھا اسے لگا کہ اس سے متعلق کوئی نئی بات سامنے آنے والی ہے۔ اس نے

''مسٹر ایڈگر ایسا لگ رہا ہے کہ تمہاری ایک اور کہانی حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔''

کچھ دیر بعد ایڈگر دوسروں کے ساتھ فولاد کے اس متروک کارخانے میں تھا۔ ہنری وہاں پہلے سے موجود تھا اور اٹلیاں کر رہا تھا۔ گرین فیلڈ نے ایڈگر کو دروازے پر روک دیا اور خود اندر آیا تھا۔ اس نے رومال سے منہ صاف کرتے ہنری سے کہا۔ ''تم نے اطلاع دی ہے؟''

''ہاں میں بالٹی مور پیٹریاٹک کا مدیر ہنری ہوں۔''

''میں تمہیں جانتا ہوں۔ یہ کون ہے؟'' اس نے میز پر پڑے شخص کی لاش دیکھی۔ چھت سے لٹکے فولاد کی چند ویلم کے سرے پر موجود بڑے سے تیز دھار آلے نے اسے کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

''ہربرٹ ریگان۔'' ہنری نے تھوک نگل کر کہا۔ ''میں اسے جانتا ہوں یہ برسوں سے میرے اخبار کے لیے لکھ رہا ہے۔''

''کیا لکھتا ہے؟''

''کہانیاں، تبصرے، تنقید۔''

''اس کی دشمنی بھی ہوگی۔''

''ممکن ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ کوئی دشمنی میں اس حد تک آگے جا سکتا ہے۔''

''ایڈگر ایلن پو کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''ان میں تعلقات نہایت خراب تھے۔'' ہنری نے کہا۔ ''دونوں ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنے کے روادار نہیں تھے کیونکہ ایڈگر نے اس پر شدید تنقید کی تھی۔''

''تب تمہارا کیا خیال ہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔''

''ایڈگر بہت اچھا مصنف ہے اس کا تخیل بہت شاندار ہے۔ وہ تحریر میں قتل کر سکتا ہے وہ ہراندری کے گلاس میں پورا طوفان بیان کر سکتا ہے لیکن جہاں تک عملی قتل کا تعلق ہے تو وہ ایک چڑیا کا بچہ بھی نہیں مار سکتا۔''

گرین فیلڈ نے ایڈگر کو اندر بلا لیا۔ ہنری اسے دیکھ کر چونکا۔ گرین فیلڈ نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔ ''تم اسے پہچانتے ہو؟''

ایڈگر نے سر ہلایا۔ ''ریگان۔''

''تمہاری ایک کہانی میں اسی طرح ایک مصنف......؟''

''مرڈر ان دی آئی۔'' ایڈگر نے آہستہ سے کہا۔

گرین فیلڈ ہنری کی طرف آیا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہاں کچھ ہوا ہے؟''

''مجھے ایک رقعہ ملا تھا۔'' ہنری نے اپنی جیب سے رقعہ نکال کر دیا جس میں بڑی خوب صورت لکھائی میں تحریر تھا۔

''مسٹر ہنری تمہارا ایک کارکن اس وقت فولاد کے متروک کارخانے میں موجود ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ اخبار کی سرخی بن چکا ہے۔''

''تحریر......؟'' گرین فیلڈ نے کہنا چاہا تو ہنری نے اس کی بات کاٹی۔

''ایڈگر سے ملتی ہے لیکن یہ اس کی تحریر نہیں ہے۔''

تازہ خون اور لاش کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے مرے ہوئے دو گھنٹے سے زیادہ کا وقت نہیں ہوا تھا۔ گرین فیلڈ دوبارہ ایڈگر کی طرف آیا۔ ''گزشتہ دو گھنٹے میں تمہاری مصروفیات کیا رہی ہیں؟''

''سوا گھنٹے سے تو میں تمہارے ساتھ ہوں اور اس سے پہلے دو گھنٹے تک لیکچر روم میں رہا تھا۔'' ایڈگر نے جواب دیا۔ ''آفیسر کیا تم مجھ پر شک کر رہے ہو؟''

گرین فیلڈ چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا... پھر بولا۔ ''نہیں میرا خیال ہے کوئی جنونی اور ماہر قاتل ان واقعات کے پیچھے ہے اور وہ تمہاری کہانیوں کو حقیقت کا روپ دے رہا ہے۔''

ایڈگر واپس گھر آتے فکرمند تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ گرین فیلڈ کو اس پر شک نہیں تھا لیکن جلد یا بدیر یہ خبر پھیل جاتی۔ ہنری کو قاتل نے اسی لیے رقعہ لکھ کر اطلاع دی گئی تھی کہ خبر لازمی آئے۔ اس کے بعد اس کی ساکھ تو خراب ہوتی مگر ساتھ ہی اس کے بے شمار مخالفین جنہیں اس نے تنقید کے نشتر سے مشتعل کیا تھا اس کے خلاف میدان میں آ جاتے۔ ایڈگر کو ان لوگوں کی پروا بھی نہیں تھی۔ اسے اصل میں ایملی کی پروا تھی کہ وہ اس بارے میں کیا سوچے گی اور اس کا باپ اسے مزید طیش کرے گا۔ ایملی کا خیال آیا تو اس نے رخ بدلا اور ہملٹن ہاؤس کی طرف روانہ ہو گیا جو شہر کے پوش ترین علاقے میں عالی شان محل نما عمارت تھی۔ کچھ دیر بعد بگھی میں چارلس ہملٹن ایملی کو لے کر نکلا تو ایڈگر نے بگھی کا راستہ روک لیا اور پھر بے تکلفی سے بگھی میں سوار ہو گیا۔ ہملٹن سینئر اسے دیکھتے ہی بگڑ گیا اور اس نے غرا کر کہا۔ ''تمہاری جرأت کیسے ہوئی؟''

''میں مسٹر ہملٹن سے کچھ کہنے آیا ہوں۔'' ایڈگر نے کہا۔

''بگھی سے اتر جاؤ۔'' چارلس غرایا مگر ایڈگر نے اس کی پروا کیے بغیر ایملی سے کہا۔

''تم نے بہت شاندار نظم پڑھی مگر اس کا آخری مصرع اتنا اچھا نہیں تھا۔ میری شام ہو تمہارے ساتھ، اسے یوں کر لو کہ میری آج شام ہو تمہارے ساتھ۔''

چارلس نے پستول نکال لیا۔ ''اگر اب تم یہاں سے دفع نہیں ہوئے تو میں تمہارا بھیجا نکال دوں گا۔''

ایڈگر نے بے پروائی سے کہا۔ ''تمہیں اپنی خوب صورت بیٹی کے خوب صورت لباس کی فکر نہیں ہے میرے بھیجے اور خون سے وہ خراب ہو جائے گا۔''

''ڈیڈی۔'' ایملی نے کہا۔

''کوئی بات نہیں میں نے برا نہیں مانا۔'' ایڈگر نے کہا اور ایملی کو پیار کر کے بگھی سے اتر گیا۔ وہ ایملی کو پیغام دینے آیا تھا اور جانے سے پہلے ایملی نے بگھی سے سر نکال کر اسے اشارہ کیا کہ وہ آج شام آئے گی۔ وہ خوب صورت نقوش اور سنہری بالوں والی حسین لڑکی تھی۔ اس کی عمر چوبیس برس سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ عمر میں ایڈگر سے سولہ سال چھوٹی تھی۔ وہ نہایت دولت مند طبقے سے تعلق رکھتی تھی اور ایڈگر کو کبھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اسے اگلے وقت کا کھانا ملے گا یا نہیں۔ اس کے باوجود وہ اس سے محبت کر بیٹھی تھی۔ ایڈگر گھر آیا تو اس کا پالتو بلا بے قراری سے اس کا منتظر تھا۔ وہ بھوکا تھا۔ ایڈگر نے اسے گوشت کے چند ٹکڑے دیئے اور میز پر آ گیا۔ ایملی آئی تو وہ لکھ رہا تھا۔ وہ خود دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ ایڈگر گھر کا دروازہ کبھی لاک نہیں رکھتا تھا۔ وہ کہیں جاتا تب بھی اس کے گھر کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ ایملی نے اندر آ کر کوٹ اتارتے ہوئے کہا۔

''آج تم نے مجھے حیران کر دیا۔''

''میں ایسا ہی آدمی ہوں۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔ ''مجھے تم سے بہر صورت بات کرنی تھی۔''

ایملی اس کے پاس آ بیٹھی۔ ''کیا بات کرنی ہے؟''

''تمہارے گھر کاسٹیوم پارٹی ہونے والی ہے؟''

''ہاں دو دن بعد ہے۔''

''میں ایک مشکل میں پڑ گیا ہوں۔'' ایڈگر نے کہا اور پھر اسے سب بتا دیا۔ ایملی نے اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لے لیا۔

''تم سمجھتے ہو کہ میں اس بات پر یقین کر لوں گی کہ تم کوئی غلط کام کر سکتے ہو؟''

''نہیں مجھے ہمارے مستقبل کے حوالے سے فکر ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو مسٹر چارلس اس خبر کو استعمال نہیں کریں گے؟''

ایملی بھی فکر مند ہو گئی۔ ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔''

''اس سے زیادہ مجھے تمہاری فکر ہے؟''

''میری فکر؟'' ایملی چونکی۔ ''کیسی فکر؟''

''قاتل میری کہانیوں سے پلاٹ لے کر یہ سب کر رہا ہے اور میں نے حال ہی میں ایک دولت مند آدمی کی کہانی لکھی تھی جس کی بیٹی ایک غریب مصنف سے محبت کرنے لگتی ہے۔''

''سچ میں؟'' ایملی نے کہا۔

''ہاں اور پھر ایک نفسیاتی شخص دولت مند آدمی کی بیٹی کو اغوا کر لیتا ہے اور اسے کسی جگہ قید کر دیتا ہے۔''

''پھر کیا ہوتا ہے؟''

''ابھی اس کی ایک قسط چھپی ہے اور اس میں لڑکی کو کاسٹیوم پارٹی میں اغوا کیا جاتا ہے۔''

''میرے خدا......''

''اب تمہیں پتا چلا کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔''

''لیکن یہ ممکن نہیں ہے ہمارے گھر کی سیکیورٹی بہت سخت ہے۔''

''نفسیاتی کاسٹیوم میں چھپ کر آتا ہے اور لڑکی کو اغوا کر کے لے جاتا ہے۔''

''میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں۔''

''نہیں مجھے گرین فیلڈ سے بات کرنی ہو گی۔ وہ ذہین اور اچھا پولیس آفیسر ہے، وہ زیادہ بہتر طریقے سے اس معاملے کو دیکھ سکے گا۔'' ایڈگر نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''اس پارٹی کے حوالے سے میرے ذہن میں ایک خیال اور بھی ہے؟''

''وہ کیا؟''

ایڈگر نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''ایملی میں تمہیں پروپوز کرنا چاہتا ہوں۔''

''تمہارا مطلب ہے شادی؟''

''ہاں اب میں ہر پل تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔''

ایملی کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے تھے۔

☆☆☆

گرین فیلڈ بالٹی مور پیٹریاٹک کے اس شمارے

سمیت چارلس ہملٹن کے دفتر میں اس کے سامنے موجود تھا اور اسے کہانی پڑھ کر سنا رہا تھا۔ چارلس کو کہانیوں سے کوئی دل چسپی نہیں تھی اس لیے وہ بار بار اپنے خادم کو جھڑک رہا تھا جو اس کے لیے کاک ٹیل ٹھیک سے مکس نہیں کر رہا تھا۔ گرین فیلڈ تحمل سے اس مداخلت کو نظر انداز کر رہا تھا۔ بالآخر اس نے مکمل پیرا سنا دیا جس میں نفسیاتی شخص دولت مند آدمی کی بیٹی کو اغوا کر لیتا ہے۔ چارلس نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولا۔ ''یہ بکواس سنانے کا مقصد۔''

''مسٹر ہملٹن، بچ بچ کا ایک نفسیاتی قاتل مسٹر پو کی کہانیوں کو حقیقت کا روپ دے رہا ہے وہ دو قتل بالکل اسی طرح کر چکا ہے جیسے مسٹر پو نے اپنی کہانیوں میں بیان کیے ہیں اور اس تازہ ترین کہانی میں نفسیاتی شخص دولت مند آدمی کی خوب صورت بیٹی کو اغوا کر کے کہیں قید کر دیتا ہے۔ لڑکی ایک غریب مصنف سے محبت کرتی ہے۔''

چارلس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے ایڈگر کا تذکرہ برداشت کر رہا تھا۔ اس نے حقارت سے کہا۔ ''میرا تو خیال ہے وہ خود ہی قاتل ہے اور اب اپنی کہانیوں کے پلاٹ پر عمل کر رہا ہے۔''

''ایڈگر کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ایک قتل کے وقت لیکچر روم میں تھا اور دوسرے قتل کے وقت ہمارے ساتھ تھا۔ اس لیے وہ قاتل نہیں ہو سکتا ہے۔ دوسرے مجھے یقین ہے قاتل کاسٹیوم پارٹی میں آئے گا جیسا کہ کہانی میں بیان کیا گیا ہے۔''

''ایسا ممکن نہیں ہے۔''

''امکان ہے اور پولیس کے پاس موقع ہے کہ قاتل کو پکڑ سکے۔''

چارلس آگے جھکا اور سرد لہجے میں بولا۔ ''یہ میری پارٹی ہے اور میں پولیس کے کسی [illegible] گھر میں دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔''

''لیکن سیکیورٹی......؟''

''اس کے لیے میرے پاس بہترین اسٹاف ہے جو پوری سیکیورٹی کر سکتا ہے کوئی غیر متعلقہ شخص میرے گھر میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔''

''مگر وہ مستند مجرم ہے اور اس سے پولیس ہی بہتر نمٹ سکتی ہے۔'' گرین فیلڈ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ ''مسٹر ہملٹن سوچ لیں معاملہ آپ کی بیٹی کی حفاظت کا ہے۔''

''لیکن ایڈگر......''

''آپ بتائیں آپ پولیس کو کاسٹیوم پارٹی میں آنے کی اجازت دے رہے ہیں یا نہیں۔''

چارلس چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر اس نے سر ہلایا۔ ''ٹھیک ہے لیکن اس صورت میں ذمے دار تم ہو گے۔''

''مجھے منظور ہے مسٹر ہملٹن۔''

چارلس ہملٹن کی خواہش تھی کہ ایملی اس پارٹی میں اپنی زندگی کے ساتھی کو منتخب کر لے۔ اس نے بالٹی مور کے آس پاس سے تمام ہی اعلیٰ خاندانوں کو مدعو کیا تھا اور ان میں بڑی تعداد نوجوانوں کی تھی۔ اسے اُمید تھی کہ ایک بار ایملی نے کسی اور کو پسند کر لیا تو پھر وہ اس مفلوک الحال مصنف سے منہ پھیر لے گی۔ چارلس ہملٹن سخت مزاج اور غصہ ور شخص تھا۔ بہت سے لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے اور وہ ان کی پروا نہیں کرتا تھا۔ اسے صرف ایڈگر ایلن پو کی پروا تھی کیونکہ وہ اس سے نفرت کرتا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں ایڈگر کا جادو ایملی کے سر اتنا نہ چڑھ جائے کہ وہ اس سے شادی پر تل جائے۔ اس لیے وہ جلد از جلد ایملی کی شادی کر دینا چاہتا تھا۔

☆☆☆

''کہانی کے مطابق مجرم ٹھیک بارہ بجے لڑکی کو اغوا کر کے لے جائے گا۔'' گرین فیلڈ نے ایڈگر سے کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے مجرم اس حد تک کہانی پر عمل کرے گا؟''

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر وہ نفسیاتی بھی ہے اس لیے ہو سکتا ہے وہ ایسا ہی کرے۔'' ایڈگر نے جواب دیا۔ وہ بگھی میں ہملٹن ہاؤس کی طرف جا رہے تھے۔ رات کے دس بج چکے تھے۔

''میں نے تحریر کے ماہرین کو مجرم کی تحریر دکھائی ہے جو اس نے ہنری کو لکھی تھی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ مذکورہ شخص فرانسیسی نژاد ہے۔ وہ بعض حروف جس طرح لکھ رہا ہے ایسا صرف فرانسیسی ہی لکھتے ہیں۔ کیا تمہارے حلقے میں کوئی فرانسیسی ہے؟''

''نہیں، میرے جاننے والوں میں کوئی فرانسیسی نہیں ہے۔'' ایڈگر نے کہا۔ ''تم جانتے ہو فرانسیسی وہ یورپی قوم [illegible] سے کم ترک وطن کر کے امریکا آئی ہے۔ چھوٹی یورپی [illegible] سے تعلق رکھنے والے افراد کی کمیونٹی بھی فرانسیسی کمیونٹی سے بڑی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی انگریزوں اور [illegible] سے نفرت ہے۔ وہ یہاں آئیں گے

تو لازمی کچھ نسلوں بعد وہ فرانسیسی کی بجائے انگریزی بولنا شروع کر دیں گے اور انگریزی بولنا انہیں کسی صورت گوارہ نہیں ہے۔''

گرین فیلڈ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ فرانسیسی کیوں ترک وطن کر کے امریکا نہیں آئے؟ اسے دلچسپی تھی کہ قاتل پکڑا جائے۔ سوا دس بجے وہ ہملٹن ہاؤس میں داخل ہوئے تھے کہ چارلس ہملٹن ایڈگر کو اس کے ساتھ دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا اور بولا۔ ''یہ شخص یہاں کیوں آیا ہے؟''

''مسٹر ہملٹن، یہ اس معاملے کا اہم ترین کردار ہے۔'' گرین فیلڈ نے کہا۔ ''مسٹر پو کی یہاں موجودگی لازمی ہے۔''

چارلس اپنے ہونٹ کاٹنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے لیکن کل کے بعد مجھے یہ اپنے گھر میں نظر نہ آئے۔ اور ہاں یہ میری بیٹی سے بھی دور رہے گا۔''

چارلس مڑ کر چلا گیا۔ گرین فیلڈ کے آدمی پہلے ہی آچکے تھے اور ان کا انچارج نوجوان سارجنٹ جان سینٹرل تھا۔ گرین فیلڈ ان کو ہدایات دینے لگا۔ ایک درجن پولیس والے پورے ہملٹن ہاؤس کی نگرانی کرتے اور گرین فیلڈ بذاتِ خود تقریب والے ہال میں موجود رہتا۔ جان سینٹرل داخلی دروازے پر تھا اور ہر آنے والے کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے گرین فیلڈ کو بتایا کہ اب تک صرف نامور اور جانے پہچانے افراد آئے ہیں جن کی شناخت ہملٹن ہاؤس کے عملے نے کی ہے۔ ایک بھی اجنبی فرد اس وقت تقریب میں موجود نہیں ہے۔ ایڈگر ہال کے چاروں طرف بنی اوپری منزل کی راہداری میں آگیا۔ یہاں سے وہ ہر طرف دیکھ سکتا تھا۔ اسے ایملی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ شاید اندر تیار ہو رہی تھی۔ ساڑھے دس بجتے ہی پارٹی شروع ہوئی اور خواتین وحضرات نے مختلف قسم کے نقاب پہن لیے۔ بہت سے کاسٹیوم لباس میں بھی تھے۔ سازندے ساز بجانے لگے اور جوڑے وسط ہال میں آگئے۔ رقص کا آغاز ہو گیا تھا۔

ایملی اندر اپنے بیڈ روم میں تیار ہو رہی تھی اور اس کی خادمہ اس کی مدد کر رہی تھی۔ ایملی کا ذہن منتشر تھا کیونکہ ایک طرف تو اسے ماں باپ نے بتا دیا تھا کہ اس پارٹی میں اسے لازمی اپنا جیون ساتھی چن لینا تھا ورنہ وہ خود اس کے لیے کوئی مناسب شوہر دیکھیں گے اور دوسرے نفسیاتی قاتل کا خوف تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایڈگر کے ساتھ رہے گی۔ جب رات بارہ بجے تک کا وقت خیریت سے گزر جائے گا تو وہ ایڈگر سے کہے گی کہ اسے پروپوز کرے اور وہ سب کے سامنے اس کا پروپوزل قبول کر لے گی۔ اس کے بعد اس کے ماں باپ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ تیار ہو کر وہ باہر آئی اور اس نے چہرے پر ایک نقاب لگایا تھا جو چاندی سے بنا ہوا تھا اور تاج کی طرح اس کے سر تک جا رہا تھا۔ ہال کی سیڑھیوں پر اس کی بچپن کی سہیلی ماریا اس کی منتظر تھی اور وہ اس سے بات کرتی نیچے آئی تھی کہ ایک سیاہ انسانی چہرے کے خول میں چھپے شخص نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ایملی نے دیکھے بغیر کہا۔

''سوری میں کسی کا انتظار کر رہی ہوں۔''

مگر ہاتھ اس کی طرف دراز ہی رہا تو اس نے دیکھا اور مسکرا دی۔ اس نے ہاتھ تھام لیا اور اس کی بانہوں میں آگئی۔ وہ ایڈگر تھا۔ دونوں رقص کرتے ہوئے ہال کے وسط کی طرف جانے لگے۔ ایملی نے سرگوشی میں کہا۔ ''تم آگئے مجھے تمہارا انتظار تھا۔''

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نوبہار چلے

میں شامل ایک شعر کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ فیض احمد فیض نے یہ غزل 29 جنوری 1954ء کو منٹگمری جیل (ساہیوال) میں لکھی تھی، بعد میں یہ غزل مہدی حسن صاحب نے فلم سرفروش کے لئے ریکارڈ کروائی اس غزل کو علاؤالدین مرحوم پر فلمایا گیا اسی فلم سے یہ غزل اتنی مشہور ہوئی کہ مہدی حسن صاحب کی پہچان بن گئی۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے جو فیض کے چاہنے والوں میں سے تھے انہوں اسی غزل پر پوری ایک نئی غزل لکھی اور اور دو شعر بطور خاص مہدی حسن صاحب کو دیئے جنہوں نے یہ شعر فیض صاحب کی: گلوں میں رنگ بھرے بادِ نوبہار چلے: میں شامل کر لئے جس کا ایک شعر بہت مشہور ہوا،

ہوا جو تیرِ نظر نیم کش تو کیا حاصل
مزا تو جب ہے کہ سینے کے آر پار چلے

باوجود اس کے کہ خود مہدی حسن صاحب نے کئی دفعہ وضاحت کی کہ یہ شعر کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کا ہے فیض صاحب کا نہیں، کئی قابلِ احترام ادیب ودانشور، اس شعر کو فیض احمد فیض سے منسوب کرتے ہیں۔

(ذرہ حیدرآبادی کے مضمون سے اقتباس)

’’میں تو کب سے آیا ہوا ہوں۔‘‘ ایڈگر نے بھی سرگوشی میں کہا اس کی آواز کچھ بھاری ہو رہی تھی۔

’’ڈیڈی اور مام چاہتے ہیں کہ میں اس تقریب میں کسی لڑکے کو پسند کرلوں۔‘‘

’’ہوں۔‘‘ ایڈگر نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک طرف موجود چارلس نے اسے دیکھ لیا اور وہ تیزی سے اس کی طرف آیا۔ دوسری طرف گرین فیلڈ بھی صورتِ حال بھانپ کر ان کی طرف بڑھا تھا کہ اچانک ہال کی ایک کھڑکی ٹوٹی اور اس سے ایک نقاب پوش شخص اندر آیا اور اسے دیکھتے ہی عورتیں چیختی ہوئی بھاگی تھیں۔ چاروں طرف سے پولیس والے اس کی طرف دوڑ پڑے۔ نقاب پوش آگے بڑھا تھا کہ ایک فائر ہوا اور وہ الٹ کر گرا اور چیخنے دھاڑنے لگا۔ فائر گرین فیلڈ نے کیا تھا وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور پستول کا رخ اس کے چہرے کی طرف کر کے کہا۔

’’نقاب ہٹاؤ اپنے چہرے سے قاتل۔‘‘

’’میں قاتل نہیں ہوں۔‘‘ اس نے روتے ہوئے کہا اور چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ وہ ایک نوجوان لڑکا تھا۔ ’’اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ ایک ڈراما ہوگا جو مسٹر ایڈگر کی مرضی سے ہو رہا ہے۔‘‘

’’ایڈگر کہاں ہے؟‘‘ چارلس دھاڑا۔ ’’میں اسے گولی ماردوں گا۔‘‘

مگر گرین فیلڈ دیکھ رہا تھا کہ وہاں نہ تو ایڈگر تھا اور نہ ہی ایملی نظر آرہی تھی۔ اس نے چلا کر کہا۔ ’’جان دیکھو ایڈگر اور ایملی کہاں ہیں۔‘‘

جان اور دوسرے سپاہی ان دونوں کو تلاش کرنے لگے۔ زخمی نوجوان نے ایک رقعہ گرین فیلڈ کی طرف بڑھایا اور بولا۔ ’’اس نے کہا تھا اگر کوئی مجھے کچھ کہے تو میں یہ رقعہ دکھادوں۔‘‘

گرین فیلڈ نے رقعہ کھولا تو اس میں چند سطریں لکھی تھیں۔ ’’تم نے جو لکھا وہ میں نے پورا کردیا...... میرے دوست کہانی آگے بڑھنے کا انحصار تم پر ہے تم اپنے تخیل سے جو لکھو گے میں ویسا ہی کروں گا...... لیکن خیال رہے تمہاری سوچ میرے ارادے سے متصادم نہ ہو...... ایملی کے پاس وقت کم ہے اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اسے تلاش کرلو۔‘‘

اسی لمحے گھڑیال کے گجر نے بارہ بجائے اور گرین فیلڈ نے بے ساختہ گھڑی کی طرف دیکھا تھا۔ اوپر سے ایڈگر اترتا دکھائی دیا۔ اس نے دور سے دیکھ لیا کہ گڑبڑ ہے وہ چلایا۔ ’’کیا ہوا ایملی کہاں ہے؟‘‘

گرین فیلڈ اس کے پاس آیا۔ ’’وہ تمہارے ساتھ رقص کررہی تھی۔‘‘

’’میرے ساتھ رقص کررہی تھی؟‘‘ ایڈگر نے حیرت سے کہا۔ ’’میں تو اوپر تھا۔‘‘

’’میرے خدا۔‘‘ گرین فیلڈ بولا۔ ’’وہ اسے لے گیا ہے۔ باہر جانے والے سارے راستے بند کردو۔‘‘

پولیس والے اور چارلس کے گارڈز چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ ایڈگر ان کے ساتھ تھا اور انہوں نے کچھ دیر میں ہملٹن ہاؤس کا چپہ چپہ چھان مارا تھا۔ ایملی غائب تھی۔ عمارت کے عقب میں واقع جنگل میں ایک جگہ گھوڑے کے قدموں کے نشان تھے جو باہر کی طرف جارہے تھے۔

☆☆☆

ایڈگر سکتے کی حالت میں پولیس آفس کے میٹنگ روم میں ایک طرف دیوار کے ساتھ چھوٹی سی میز سے لگا ہوا تھا اور گرین فیلڈ اپنے آدمیوں سے بات کررہا تھا۔ ’’سب سے پہلے ہمیں بالٹی مور کی ہر گلی چیک کرنا ہوگی۔ جس پر ذرا شبہ ہو اسے گرفتار کرلو۔‘‘

’’بیکار ہے۔‘‘ ایڈگر نے زیرِ لب کہا۔ ’’وہ کامیاب رہا ہے۔ اس نے کہانی کے مطابق ایملی کو کسی جگہ بند کردیا ہے جہاں سے وہ آزاد نہیں ہوسکتی۔‘‘

گرین فیلڈ اس کی طرف آیا۔ ’’سنو ایڈگر مجھے اسی وجہ سے یقین ہے کہ وہ زندہ ہے۔ قاتل نے تمہیں چیلنج کیا ہے کہ اب تم کہانی جس طرح آگے بڑھاؤ گے وہ ویسا ہی کرے گا۔‘‘

ایڈگر نے نفی میں سر ہلایا۔ ’’اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میری کہانی اس کی سوچ سے متصادم نہ ہو۔ اس صورت میں نقصان ایملی کو ہوگا اور اس کے پاس وقت پہلے ہی کم ہے۔‘‘

اچانک میٹنگ ہال کا دروازہ دھڑام سے کھلا اور چارلس ہملٹن اپنے آدمیوں کے ساتھ اندر آیا۔ گرین فیلڈ اس کی طرف بڑھا۔ چارلس نے گرج کر کہا۔ ’’لیفٹیننٹ میری بچی کہاں ہے۔ وہ تمہارے سامنے غائب ہوئی اور تم نے اس کی ذمے داری لی تھی۔‘‘

’’آپ نے ٹھیک کہا لیکن آپ کے آدمیوں نے بھی کوتاہی کی ہے۔‘‘

’’میرے آدمیوں نے؟‘‘ چارلس کا چہرہ سرخ ہوگیا

پھر اس کی نظر ایڈگر پر گئی اور وہ غرا کر اس کی طرف بڑھا۔ ”یہ ذلیل شخص یہاں کیا کر رہا ہے؟“

اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا اس نے آگے بڑھ کر ایڈگر کو گھونسا مارا اور وہ چیخ سے نیچے گر گیا۔ وار بہت قوت والا تھا اور ایڈگر بے خبر تھا اس لیے چند لمحے کے لیے اس کے حواس گم ہو گئے۔ جب وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا تو چارلس کو دو پولیس والوں نے جکڑ رکھا تھا اور گرین فیلڈ اس پر گرج برس رہا تھا۔ چارلس بکتا جھکتا وہاں سے رخصت ہو گیا اور گرین فیلڈ نے اس سے معذرت کی لیکن ایڈگر نے ہاتھ اٹھایا۔ ”اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اور مسٹر چارلس کا غصہ بھی بجا ہے۔ وہ متاثر آدمی ہیں۔“

گرین فیلڈ نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ اس نے کہا۔ ”اب تم کیا کرو گے؟“

”مجھے سوچنا پڑے گا۔“ ایڈگر نے کہا۔ ”یہ چیلنج صرف میرے لیے نہیں ہے۔ اس وقت ایملی کی زندگی بھی داؤ پر لگی ہے۔“ ایڈگر نے اپنی ٹوپی پہنی۔ ”مجھے سوچنا ہوگا کہ وہ کہاں ہو سکتی ہے؟“

☆☆☆

ایملی کو ہوش آیا تو وہ کسی تنگ و تاریک جگہ تھی۔ بالکل کسی تابوت کی طرح تنگ اور تاریک۔ اس کا دل خوف اور بے چینی سے بھر گیا۔ اس نے بے تابی سے ہاتھ مارے اور چلانے لگی۔ ”کوئی ہے مجھے یہاں سے نکالو میرا دم گھٹ رہا ہے۔“

وہ بار بار اوپری تختے پر ہاتھ مارتی رہی اور چلاتی رہی۔ اسے جلد اندازہ ہو گیا کہ یہ تابوت کے سائز کا لکڑی کا بکس تھا۔ اچانک بکس پر رکھا ہوا دوسرا تختہ سرکا اور اس کی اوپری درازوں سے روشنی جھلکنے لگی۔ پھر اس سے ایک آنکھ ظاہر ہوئی اور کسی نے سرگوشی میں کہا۔ ”اپنا منہ تم خود بند کر لو ورنہ مجھے بند کرنا ہوگا۔“

ایملی کی آواز رک گئی پھر اس نے بہ مشکل کہا۔ ”پلیز میں اب نہیں چیخوں گی۔“

”اسی میں تمہاری بہتری ہے۔“ آدمی نے کہا اور اچانک ہی بکس سرکا، وہ ترچھا ہوا نیچے گیا اور پھر سیدھا ہو گیا۔ ایملی اندر ہل کر رہ گئی تھی مگر اس بند بکس میں اٹھنے پلٹنے کی جگہ نہیں تھی۔ بکس سیدھا ہوا اور پھر اس پر دوسرا تختہ آن گرا اور ہتھوڑے سے کیل ٹھونکنے کی آواز آنے لگی۔ ایملی پھر ہاتھ مارنے لگی۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ مگر آدمی رکا نہیں۔ کیلیں ٹھونکنے کے بعد اس نے اوپر سے بکس پر مٹی گرانی شروع کی تھی۔ سائیڈوں کے رخنوں سے مٹی اندر آ رہی تھی۔ چند منٹ میں وہ زمین میں دفن کر دی گئی تھی۔ وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ اس بند جگہ وہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔ دم گھٹ کر مر جائے گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ شخص کون ہے۔ مگر اسے یقین تھا یہ وہی جنونی قاتل تھا جو ایڈگر کی کہانیوں کو عملی صورت دے رہا تھا۔ اب اس نے اسے زندہ دفن کر دیا تھا۔

ایملی اپنے خیال میں ایڈگر کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ جب کھڑکی توڑ کر نقاب پوش اندر آیا تو ایڈگر اسے کھینچ کر وہاں سے لے جانے لگا اور ایملی نے بھی اس خیال سے اس کا پورا ساتھ دیا کہ شاید نقاب پوش وہی قاتل تھا۔ وہ دونوں بھاگتے ہوئے ہملٹن ہاؤس کے عقبی حصے میں آئے اور جب ایڈگر اسے لے کر جنگل میں داخل ہوا تو ایملی نے پوچھا۔ ”ایڈگر تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟“

”کیونکہ میں ایڈگر نہیں ہوں۔“ اس نے کہا تو ایملی اچھل پڑی تھی اور پھر اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر نقاب پوش نے اسے جکڑ لیا اور اس نے چلانے کی کوشش کی تو اس کے چہرے پر ایک رومال آ کر جم گیا۔ اس سے اٹھتی تیز بو ایملی کے دماغ پر چڑھنے لگی اور ایک منٹ سے بھی پہلے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ایڈگر کاغذ قلم لے کر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا ذہن اس معمے کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی کہانیوں کو اتنی صفائی سے عملی صورت دینے والا شخص صرف نفسیاتی مریض نہیں تھا بلکہ وہ ایک الگ طرح کی ذہانت اور جسمانی صلاحیتوں کا حامل بھی تھا۔ ایڈگر سوچوں میں اس کا شخصی تجزیہ کر رہا تھا۔ اس کے خیال میں ایسا شخص جو اپنے میدان میں نظر انداز کیا گیا ہو اور بہ ظاہر وہ معمولی سا دکھائی دیتا ہو۔ اس کی محرومی نے اسے نفسیاتی بنایا اور جن لوگوں کو وہ اس کا ذمے دار سمجھتا تھا وہ ان کے خلاف مصروف عمل ہو گیا۔

اس کے شکار ہونے والے تینوں افراد غیر متعلق تھے۔ وہ صرف ایڈگر کی کہانیوں کو عملی شکل دینے کی وجہ سے اس کے ہاتھوں مارے گئے۔ البتہ ایملی اس سے تعلق رکھتی تھی۔ ایڈگر نے خود سے پوچھا۔ ”کسی کو مجھ سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔“

ایڈگر کے خیال میں اس میں ایک ہی صلاحیت تھی جس سے کوئی دوسرا فرد حسد کر سکتا تھا۔ اس کے لکھنے کی

صلاحیت۔ گرین فیلڈ کے پولیس ماہرین نے اس کی دوسری تحریر پر بھی کام کیا تھا اور ان کے خیال میں مذکورہ شخص نہ صرف اعلیٰ تخیلاتی صلاحیت رکھتا تھا بلکہ ادب اور دوسرے علوم پر اس کی معلومات بھی بہت زیادہ تھیں۔ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے ایڈگر کو خیال آیا کہ وہ اب ایملی کی قید کا احوال بیان کرے گا۔ اس نے قلم اٹھایا انک میں ڈبویا اور لکھنے لگا۔ وہ کہانی کی تکمیل میں اتنا مگن ہوگیا کہ اسے دروازے پر ہونے والی دستک بھی سنائی نہیں دی اور جب اندر سے جواب نہیں ملا تو گرین فیلڈ اپنا پستول نکال کر اندر آگیا۔ اس نے ایڈگر کو صحیح سلامت میز کے دوسری طرف پاکر اطمینان کا سانس لیا اور پستول واپس کوٹ میں رکھ لیا۔

''سوری مسٹر پو میں نے تم کو پریشان کیا لیکن میں نے سوچا کہ تم سے بات کروں۔''

''کیسی بات؟'' ایڈگر نے اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''کیا تم نے بھی کسی ملاح کی کہانی لکھی ہے؟''

''نہیں؟''

''کسی کہانی میں ملاح کا ذکر ہے؟''

ایڈگر اٹھ کر ٹہلنے لگا پھر اس نے بے بسی سے گرین فیلڈ کی طرف دیکھا۔ ''مجھے یاد نہیں، شاید میں نے ایسا کیا ہو لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''قاتل نے جو رقعہ لکھا ہے وہ کاغذ عام طور سے ملاح استعمال کرتے ہیں۔ یہ کسی قدر چکنا ہوتا ہے جو پانی سے جلدی متاثر نہیں ہوتا۔''

''اگر اس نے ایسا کاغذ استعمال کیا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ ملاح ہے؟''

''ثابت کچھ نہیں ہوتا ہم مفروضوں پر آگے بڑھ سکتے ہیں۔'' گرین فیلڈ نے کہا اور کھڑا ہوگیا۔ ''کیا تم نے اپنے تخیل کو استعمال کیا ہے؟''

''میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔'' ایڈگر نے کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔

☆☆☆

ایڈگر بالٹی مور پیٹریاٹک کے دفتر میں ہنری کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور ہنری اس کی کہانی پڑھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا اس کے چہرے پر جوش کے تاثرات بڑھ رہے تھے آخر میں اس نے میز پر ہاتھ مارا۔ ''یہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ تم قارئین کو جکڑ لینے والے انداز میں لکھو ان کو حقائق میں الجھاؤ بہ نسبت جاسوسی طریقوں کے۔'' ہنری نے کہتے ہوئے آئیوان کو آواز دی اور بولا۔ ''لیکن اس قسط کا عنوان......''

''کہانی کا ایک لفظ بھی تبدیل نہیں ہوگا۔'' ایڈگر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''اوکے۔'' ہنری نے ٹھنڈی سانس لی اور لیا ہوا کاغذ آئیوان کو پکڑا دیا۔ ایڈگر کی عادت تھی کہ وہ ایک صفحے پر لکھتا تھا اور اسے رول کرتا جاتا۔ یعنی وہ اصل میں رول پر لکھتا تھا جہاں تک پہنچ کر کہانی ختم ہو جاتی وہاں کاغذ رول سے کاٹ کر اس کی نلکی سی بنالیتا تھا۔ یہ اس کا منفرد اور مخصوص انداز تھا۔ اس کے علاوہ شاذ ہی کسی مصنف نے اس طرح لکھا ہو۔ ایڈگر آئیوان کے ساتھ پریس والے حصے میں آیا کیونکہ یہاں اس کی پسندیدہ چیز کا اسٹاک تھا اس نے میز کے نیچے سے بوتل نکالی اور آئیوان سے کہا۔

''اسے سب سے اوپر والے حصے میں ذرا نمایاں کر کے لگانا۔''

''آپ بے فکر رہیں مسٹر پو، میں آپ کی تحریر ہمیشہ نمایاں کر کے لگاتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں میں آپ کا مداح ہوں۔''

ایڈگر نے اس کی بات غور سے نہیں سنی تھی۔ اس کا ذہن الجھا ہوا تھا کہ آخر وہ نامعلوم قاتل اس سے کیا چاہتا تھا یہ تو طے تھا کہ وہ ایملی کو آزاد نہیں کرے گا کیونکہ اس طرح خود اس کی شخصیت کھل جائے گی پھر وہ اسے چیلنج بھی کر رہا تھا کہ وہ ایملی کو آزاد کرالے۔ اگلے دن بالٹی مور پیٹریاٹک میں اس کی کہانی کی اگلی قسط نمایاں طور پر شائع ہوئی جس میں اس نے بیان کیا تھا کہ ایملی نے آزاد ہونے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی اور پھر سے پکڑی گئی۔ اس دوران میں گرین فیلڈ کے آدمی شہر بھر میں ایسی ویران جگہوں کو کھوج رہے تھے جہاں کسی کو خفیہ طور پر چھپایا جاسکتا تھا۔ یہ دن مصروف رہنے کے بعد گرین فیلڈ واپس گھر آیا تو خانساماں نے اسے ایک چھوٹا سا بکس دیا۔ گرین فیلڈ نے پوچھا۔ ''کہاں سے آیا؟''

''پتا نہیں سر، میں نے اسے دروازے کے سامنے میز پر رکھے پایا۔ کوئی شام چھ بجے کے بعد رکھ کر گیا ہے۔''

گرین فیلڈ نے بکس ذرا سا کھول کر دیکھا اور بند کرتے ہوئے باہر کا رخ کیا۔ کچھ دیر بعد وہ ایڈگر کے گھر میں اس کے سامنے تھا۔ اس نے بکس میز پر رکھ کر کہا۔ ''یہ میرے گھر آیا ہے۔''

ایڈگر نے کھول کر دیکھا اور چونک گیا۔ بکس میں ایک گوشت کا ٹکڑا رکھا تھا اور یہ کسی انسان کی زبان تھی۔ اس نے چمٹی سے اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''یہ کم سے کم دو دن پرانی ہے۔''

''ایملی کو غائب ہوئے اتنا ہی وقت ہو گیا ہے۔'' گرین فیلڈ نے کہا۔ بکس کے نیچے ایک چھوٹا سا رقعہ تھا اس پر ایڈگر کی ایک نظم کے دو مصرعے تحریر تھے۔

وہ جو تاریک سرنگوں میں رہتے ہیں
وہ جنہوں نے روشنی کبھی نہیں دیکھی

گرین فیلڈ ایڈگر سے ملا اور اس کے سامنے رقعہ رکھ دیا۔ ایڈگر نے رقعہ دیکھا اور گرین فیلڈ سے پوچھا۔ ''کیا شہر میں کہیں سرنگیں ہیں؟''

''بالکل نئے شہر کے نیچے سرنگیں ہیں جو کسی زمانے میں پرانے شہر کی گلیاں ہوتی تھیں پھر ان کو پکا کر کے اور ان پر چھت تعمیر کر کے انہیں بارش کے پانی کی نکاسی کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔''

''ایملی وہیں کہیں ہے۔'' ایڈگر بولا۔ ''اپنے آدمیوں کو بلا لو اور کھدائی کے اوزار بھی منگوا لو۔''

شام ہونے سے پہلے وہ ان سرنگوں میں پہنچ گئے تھے جو نصف مربع کلو میٹر کے رقبے پر پھیلی ہوئی تھیں اور انہیں سرخ اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ وہ سب ان سرنگوں میں پھیل گئے اور کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگے جہاں کسی کو چھپایا جا سکتا ہو۔ ساتھ ہی وہ چلا چلا کر ایملی کو آواز دے رہے تھے۔

ایڈگر الگ تھا وہ ایک کدال کے ساتھ سرنگوں کی دیوار چیک کر رہا تھا۔ وہ کدال کا دستہ مار کر دیکھ رہا تھا کہ دیوار ٹھوس ہے یا اس کے پیچھے کوئی خلا ہے؟ ایک جگہ اسے محسوس ہوا کہ دوسری طرف خلا ہے اور اس نے اس پر کدال چلانی شروع کر دی۔ چند منٹ میں اس نے پہلی اینٹ نکال دی اور اس کے بعد کام آسان ہو گیا۔ چند اینٹیں نکال کر اس نے لالٹین کی روشنی میں اندر جھانکا تو اسے ایک بہت پرانا خستہ حال فرنیچر والا کمرا نظر آیا۔ ایملی یہاں نہیں تھی۔ اسی لمحے اسے کہیں دور کدال چلنے کی آواز آئی۔ وہ لالٹین اٹھا کر اس طرف دوڑا اور جب وہاں پہنچا تو گرین فیلڈ ٹوٹی دیوار سے اینٹیں نکال رہا تھا۔ اس جگہ کی نشان دہی جان نے کی تھی کہ یہاں دیوار پر اینٹوں کا رنگ ہلکا تھا۔ جیسے ہی خلا ذرا بڑا ہوا انہوں نے لالٹین اٹھا کر اندر دیکھا اور انہیں سنہرے بالوں کی جھلک دکھائی۔ ایڈگر نے بے تابی سے کہا۔

''ایملی......''

''وہ نہیں ہے۔'' گرین فیلڈ نے کہا۔ ''اس کا لباس دیکھو، ایملی نے ایسا لباس نہیں پہنا تھا۔ قاتل یہیں ہے میں اسے دیکھتا ہوں۔''

گرین فیلڈ تیزی سے آگے آیا۔ وہ سرنگوں میں دیکھ رہا تھا۔ ایک سرنگ کے سرے پر اسے کسی کا سایا نظر آیا اور اس نے آواز دی۔ ''کون ہے۔''

اس پر سایا تیزی سے آگے بڑھا تو گرین فیلڈ بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا۔ سائے نے لمبا کوٹ پہنا ہوا تھا اور گرین فیلڈ کو یاد آیا کہ ریمین کے پڑوسیوں نے قاتل کا حلیہ جو بیان کیا تھا اس میں لمبا کوٹ نمایاں تھا۔ گرین فیلڈ نے سیٹی بجائی اور اس کے پیچھے لگا رہا۔ ایک جگہ وہ صاف دکھائی دیا اور گرین فیلڈ نے اس پر فائر کیا مگر وہ بچ گیا۔ پھر وہ اچانک ہی غائب ہو گیا اور جب گرین فیلڈ اس جگہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سیڑھیاں اوپر جا رہی ہیں اور کوٹ والا باہر نکل گیا تھا بس اس کی آخری جھلک دکھائی دی تھی۔ گرین فیلڈ بھی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا اور اس نے سر باہر نکالا تھا کہ سامنے سے ایک بگھی آتی دکھائی دی۔ سوراخ عین سڑک کے درمیان میں نکل رہا تھا۔ وہ بے ساختہ نیچے ہوا اور اس کے ہاتھ سے سیڑھی نکل گئی وہ تقریباً پندرہ فٹ کی بلندی سے نیچے آ گرا۔ چند لمحے بعد وہ کراہتا ہوا اٹھا تو اسے چوٹ خاص نہیں آئی تھی مگر قاتل اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اسی لمحے اس کے آدمی آ گئے اور انہوں نے بتایا کہ نکالی جانے والی لاش ایملی کی نہیں تھی بلکہ کسی اور لڑکی کی تھی۔

☆☆☆

بالٹی مور اسپتال کے مردہ خانے کی میز پر لڑکی کی لاش پڑی تھی اور گرین فیلڈ اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ لڑکی کے ہونٹ چوہوں نے کھا لیے تھے مگر اس کے دانت سلامت تھے۔ لڑکی کی موت گلے میں رسی کا پھندا پڑنے سے ہوئی تھی۔ گرین فیلڈ نے ایڈگر کی طرف دیکھا۔

''یہ بھی تمہاری کوئی کہانی ہے؟''

اس نے سر ہلایا۔ ''دی گرل مسنگ ان شیڈوز۔''

گرین فیلڈ نے گلے میں پھنسی رسی کاٹ کر الگ کی تو ایڈگر نے بے ساختہ کہا۔ ''کوپر ناٹ...... میں نے کہانی میں اسی گرہ کا ذکر کیا تھا۔''

''کتیا کا بچہ۔'' گرین فیلڈ نے غصے سے کہا۔ ''وہ بہت مکار اور تیز آدمی ہے۔ قسمت بھی اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ وہ میرے سامنے سے نکل گیا۔''

ایڈگر نے اس کا منہ کھولا تو اندر سے زبان غائب تھی مگر اس کی جگہ ایک زنجیر والی گھڑی تھی۔ اس کے ساتھ سونے کی چین بھی منسلک تھی۔ گھڑی کی سوئیاں سات بج کر بیالیس منٹ پر رکی ہوئی تھیں۔ ایڈگر چونکا۔

''یہ نشان دہی ہے؟''

''کس کی؟''

''شاید جگہ کی، یہ ارض البلد اور طول البلد کی چھوٹی اکائیاں ہیں۔ ہمیں اس علاقے کے تفصیلی نقشے کی ضرورت ہے۔''

''ایسا نقشہ کہاں ملے گا؟''

''میں جانتا ہوں کہاں ملے گا میرے ساتھ آؤ۔''

کچھ دیر بعد وہ ہملٹن ہاؤس میں تھے۔ چارلس ہملٹن سابق جہاز راں تھا اور وہ بحری جہازوں پر کپتان بھی رہا تھا۔ اس کے پاس بہترین اور تفصیلی نقشے تھے۔ حسب معمول اسے دیکھ کر چارلس کا چہرہ بگڑا تھا مگر جب اسے پتا چلا کہ وہ ایملی کے بارے قید کے بارے میں مدد کے لیے اس کے پاس آئے ہیں تو وہ فوراً تیار ہو گیا اور انہیں اپنی اسٹڈی میں لے آیا۔ ایڈگر اسے نقشوں کے بارے میں بتانے لگا اور چارلس حیران ہوا۔ ''تم نقشوں کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟''

''میں مصنف ہوں میرا کام ہی جاننا ہے۔ ورنہ میں لکھوں گا کیسے؟''

''کون سا نقشہ چاہیے؟''

چارلس کے پاس دو بائی دو فٹ سائز میں عرض البلد اور طول البلد کے تفصیلی نقشے تھے۔ ایڈگر نے بالٹی مور کا نقشہ لیا اور سات بیالیس تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے ایک جگہ انگلی رکھی۔ ''یہ ہے۔''

''یہاں قبرستان ہے۔'' گرین فیلڈ نے کہا۔

''ہمیں فوراً جانا ہوگا۔'' چارلس نے بے چینی سے کہا۔

گرین فیلڈ اور جان کے ساتھ ایڈگر، چارلس اور اس کے آدمی بھی تھے۔ وہ قبرستان پہنچے تو موسم ابر آلود تھا اور جنگل کی طرف سے دھند نمودار ہو رہی تھی۔ قبرستان کا ایک حصہ بالٹی مور کے نامور مارگن خاندان کے لیے مخصوص تھا اور انہوں نے یہاں ایک بہت بڑی عمارت بنوائی تھی۔ ان کے مردے اسی عمارت میں رکھے یا دفن کیے جاتے تھے۔ یہی ایک جگہ ہو سکتی تھی جہاں کسی زندہ انسان کو چھپایا جا سکتا تھا۔ وہ اس عمارت کے چاروں طرف پھیل گئے۔ ایڈگر دروازوں کو دیکھ رہا تھا۔ جان ایک طرف عمارت کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اسے ایک دروازے کی طرف سے ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا اور وہ پستول سیدھا کیے اس کی طرف آیا کہ اسے اوپر سے آہٹ سنائی دی اور جب اس نے اوپر دیکھا تو ایک سایہ سا اس کی طرف جھپٹ رہا تھا۔ دھات کی چمک لہرائی اور جان کا گلا کٹ گیا۔ اس نے فائر کیا مگر گولی کہیں اور گئی تھی۔ وہ گلا تھام کر نیچے گر گیا اور تب اس نے قاتل کا چہرہ دیکھا تھا۔ قاتل نے آرام سے جھک کر اس کے ہاتھ سے پستول نکالا اور ایک طرف غائب ہو گیا۔ اسی لمحے فائر کی آواز سن کر گرین فیلڈ دوڑتا ہوا وہاں آیا اور جان کو دم توڑتے دیکھ کر اس نے جلدی سے اپنا مفلر اتار کر اس کے گلے پر رکھا اور بولا۔

''جان یہ کیا ہوا ہے؟''

جان نے لرزتے ہاتھوں سے اس سمت اشارہ کیا جس طرف قاتل گیا تھا اور اسی لمحے جنگل کی طرف سے چلائی جانے والی گولی آ کر گرین فیلڈ کے سینے میں اتر گئی۔ وہ چیخ مار کر گرا تھا۔ ایڈگر بھی دوڑتا ہوا وہاں آیا اس کے پیچھے چارلس اور اس کے آدمی تھے۔ گرین فیلڈ نے اپنا پستول ایڈگر کی طرف بڑھایا۔ ''اس کے پیچھے جاؤ میرا گھوڑا لے جاؤ۔''

ایڈگر نے گرین فیلڈ کا گھوڑا پکڑا اور آگے بڑھا دیا۔ جنگل سے ٹاپوں کی آواز بتا رہی تھی کہ قاتل فرار ہو رہا ہے۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا اس لیے ایڈگر گھوڑے کی ٹاپوں پر پیچھا کرنے لگا مگر چند فرلانگ آگے نکلنے کے بعد ٹاپوں کی آواز رک گئی۔ ایڈگر بھی رک گیا تھا۔ اچانک سامنے سے گولی آئی اور گھوڑے کی گردن میں اتر گئی۔ اس نے ہنہنا کر اگلے پاؤں اٹھائے تو ایڈگر الٹ کر پیچھے گرا اور گھوڑا بھاگ نکلا۔ ایڈگر ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا اور اس نے پستول نکال لیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ قاتل کہاں ہو سکتا ہے۔ اچانک سامنے سے پھر فائر ہوا اور اس بار ایڈگر نے سمت دیکھ لی اور نے لگاتار دو فائر کیے اور چلا کر بولا۔

''بزدل سامنے آؤ۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

جواب میں ایک قہقہہ سنائی دیا اور پھر گھوڑوں کی ٹاپیں گونجنے لگیں۔ قاتل فرار ہو رہا تھا۔ ایڈگر نے اس سمت میں پستول کی باقی ساری گولیاں چلا دیں مگر وہ قاتل کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تھا۔ جب وہ واپس پہنچا تو قبرستان پولیس

والوں سے بھرا ہوا تھا۔ جان کی لاش اور زخمی گرین فیلڈ کو لے جایا گیا تھا۔ چارلس وہاں موجود تھا اور پہلی بار ایڈگر کو اس میں نرمی نظر آئی۔ وہ تھکا اور ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔ جانے سے پہلے اس نے ایڈگر سے اپنے رویے پر معذرت کی تھی۔

ایڈگر گرین فیلڈ کے گھر پہنچا جہاں ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کر کے گولی نکال دی تھی اور اس کی حالت بہتر تھی۔ مگر جان کے مارے جانے کا دکھ اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ اس نے ایڈگر سے کہا۔

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔ میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔''

''ابھی تو وہ بہت چالاک اور ہر موقع پر ہم سے تیز ثابت ہو رہا ہے۔ وہ ہمیں کٹھ پتلیوں کی طرح اپنے اشاروں پر نچا رہا ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے اور ہمارے سامنے سے نکل جاتا ہے۔''

''اتفاقات اسے بچا رہے ہیں۔''

''نہیں یہ اس کے اندر کی شیطانی قوت ہے۔'' ایڈگر نے کہا۔ ''وہ شیطان کا پرتو ہے۔ وہ عام مجرم نہیں ہے۔''

''وہ ایک انسان ہے۔'' گرین فیلڈ نے نرمی سے کہا۔

''نہیں وہ شیطان ہے۔'' ایڈگر نے یقین سے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اب اسے اس کہانی کا اگلا حصہ لکھنا تھا۔ اس نے ساری رات جاگ کر اس کا اگلا حصہ لکھا اور اسے لے کر ہنری کے پاس گیا۔ اس میں اس نے بیان کیا کہ قاتل نے غلطی کی اور ایملی اس کی قید سے نکل گئی۔ اس کے بعد قاتل نے زہر پی کر خودکشی کر لی کیونکہ اس کا راز فاش ہونے والا تھا اور اسے قانون کے ساتھ ذلت کا سامنا بھی کرنا پڑتا۔ ہنری نے یہ قسط دیکھی اور اسے میز پر پھینک دیا۔

''بکواس یہ نہیں چلے گی۔''

''کیوں؟'' ایڈگر نے بے قابو ہو کر کہا۔

''کیونکہ اب میں جان گیا ہوں تم میرے اخبار کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہو۔''

''میں یہ کام رقم کے لیے نہیں کر رہا ہوں۔ تمہیں اسے شائع کرنا ہو گا۔'' ایڈگر نے اس کا گلا پکڑ لیا۔ آئیوان درمیان میں آیا اور اس نے بہ مشکل ہنری کو ایڈگر سے چھڑایا۔ ہنری ہانپنے لگا تھا اس نے چلا کر کہا۔

''تمہاری جرأت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی میں تمہیں جیل بھجوا دوں گا۔''

''اور میں تمہیں جہنم بھیج دوں گا اگر تم نے میری کہانی شائع نہ کی۔''

ہنری نے کہانی کا رول اس کے منہ پر دے مارا۔ ''اسے لو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

اگر آئیوان نہ پکڑتا تو ایڈگر پھر ہنری کا گلا دبوچ لیتا۔ وہ اسے کھینچ کر باہر لے گیا اور اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے شراب کا گلاس پیش کیا۔ یہ ایسی چیز تھی جس سے ایڈگر کسی صورت انکار نہیں کر سکتا تھا اس نے ایک سانس میں گلاس خالی کیا اور آئیوان سے کہا۔ ''تم دیکھ لینا اگر میں لکھنا بند کر دوں تو یہ چیتھڑا کوئی ردی کے بھاؤ بھی نہ لے۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر پو۔'' آئیوان نے ادب سے کہا۔ ''آپ اور مسٹر ہنری دونوں غصے میں ہیں آپ کل آئیں گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

ہنری کے کمرے کا دروازہ دھماکے سے کھلا اور ہنری نے جھانک کر کہا۔ ''اسے کہو اب یہاں آنے کی زحمت نہ کرے۔ یہ اخبار اس کے بغیر بھی چل سکتا ہے۔ جلد اسے اپنی اوقات کا پتا چل جائے گا۔''

اس نے کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔ ایڈگر وہاں سے روانہ ہوا۔ وہ سارا دن بالٹی مور کی سڑکیں ناپتا رہا اور جب شام کے وقت گھر پہنچا تو اس کا گھر شعلے اگل رہا تھا۔ فائر بریگیڈ کا عملہ ہینڈ پمپ اور بالٹیوں میں پانی کی مدد سے آگ بجھا رہا تھا مگر شعلوں سے لگ رہا تھا اس کا سارا اثاثہ راکھ ہو گیا تھا۔ اس میں اس کے ہاتھ سے لکھے مسودے بھی شامل تھے۔ فائر فائٹر چیف نے اسے بتایا کہ کسی نے کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر آگ لگائی۔ امکان تھا کہ شراب کی بوتل کے منہ پر کپڑا ٹھونس کر اسے آگ دکھا کر اندر پھینکا گیا تھا اسی لیے آگ اتنی تیزی سے پھیلی کہ جب تک فائر بریگیڈ والے آتے اندر سب راکھ ہو چکا تھا اب وہ صرف آگ بجھا رہے تھے۔ بچنے والی واحد چیز ایڈگر کا نیولا تھا جو پنجرے میں بند تھا۔ وہ ایڈگر کے حوالے کر دیا گیا۔ آج اس کے لیے صدموں کا دن تھا۔ ایملی کی زندگی کی اُمید ختم ہوتی جا رہی تھی۔ ہنری نے اس کی کہانی شائع کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اب اس کی ساری کہانیاں اور کتابیں جل گئی تھیں۔ اگرچہ یہ کہانیاں رسالوں، اخبارات اور کتابوں کی صورت میں موجود تھیں مگر اس کے ہاتھ کی تحریر میں اب باقی نہیں رہی تھیں۔ وہ نیولے کا پنجرہ لیے شکستہ قدموں سے وہاں سے رخصت ہوا۔ بہت دیر بعد اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو گرین فیلڈ کے گھر کے سامنے پایا۔ دستک کے جواب میں

اس کی ملازمہ نے دروازہ کھولا اور بولی۔

''مسٹر گرین فیلڈ سو رہے ہیں؟''

''میں اسے ڈسٹرب نہیں کروں گا۔'' ایڈگر نے آہستہ سے کہا۔ ''میں صرف یہ رکھوانے آیا ہوں۔'' اس نے پنجرے کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ میرا پالتو نیولا ہے۔''

''ضرور مسٹر پو۔'' خادمہ نے پنجرہ لے لیا۔ ایڈگر جانے لگا تھا کہ خادمہ نے کہا۔ ''ایک منٹ مسٹر پو آپ کے لیے ایک لفافہ آیا ہے۔''

اس نے لفافہ لا کر دیا اور ایڈگر نے کھولا تو اس میں ہنری کی تحریر میں لکھا تھا۔ ''تم ہار گئے ایڈگر...... ہنری۔''

ایڈگر نے کاغذ توڑ مروڑ کر نیچے پھینک دیا۔ وہ مڑا اور روانہ ہو گئے۔ جب وہ بالٹی مور پبلشنگ کی عمارت میں داخل ہوا تو رات کا آخری پہر تھا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد صبح ہو جاتی۔ ایڈگر اندر آیا اور ہنری کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایڈگر نے پستول اس کی طرف سیدھا کیا اور بولا۔ ''ایملی کہاں ہے؟''

ہنری نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے جسم میں حرکت بھی نہیں ہوئی تھی۔ ایڈگر غصے سے بے قابو ہو کر آگے آیا تھا۔ ''ذلیل شخص جواب دو ایملی کہاں ہے؟''

پھر ایڈگر رک گیا۔ کیونکہ ہنری کے دونوں ہاتھ میز پر کیلوں سے ٹھوکے ہوئے تھے اور اس کی گردن کٹی ہوئی تھی۔ وہ مر چکا تھا۔ ایڈگر چوکنا ہو گیا۔ قاتل نے ایک بار پھر اسے چکما دیا تھا۔ وہ ہنری کو قاتل سمجھ کر آیا تھا اور وہ خود قاتل کا شکار نکلا تھا۔ اچانک ایڈگر کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ وہ جان گیا کہ قاتل کون تھا۔ وہ پریس والے حصے میں آیا جہاں آئیوان موجود تھا۔ ایڈگر نے عقب سے اس پر پستول تان لیا۔ ''آئیوان؟''

آئیوان نے دونوں ہاتھ اوپر کیے اور پھر اس کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل بدل گئے تھے اور وہ نہایت شاطرانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ''حیران ہوئے...... ہے نا مسٹر پو؟''

''ایملی کہاں ہے؟''

''وہ مرنے والی ہے۔'' اس نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ ''میری توقع سے زیادہ تیزی سے۔ بہرحال تم جان گئے ہو کہ میں تمہارا سب سے بڑا فین ہوں۔''

''فین......؟''

''ڈرنک۔'' آئیوان نے اس کی بات نظر انداز کر کے کہا اور میز کے دوسری طرف آیا اور اس نے نیچے سے بوتل اور دو گلاس نکال کر میز پر رکھے پھر بوتل کھول کر دونوں گلاسوں میں شراب ڈالی۔ ''کوئی ماسک نہیں ہے اور کوئی پردہ نہیں ہے۔ دو فن کار آمنے سامنے بات کریں گے۔''

''دو فنکار؟''

''ہاں کیونکہ اس کہانی کا آخری باب مجھے لکھنا ہے۔'' اس نے ایک گلاس ایڈگر کی طرف سرکا دیا۔ ایڈگر کو لگا کہ اس کا سر چکرا رہا ہے اسے شراب کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

''تم دیوانے ہو۔''

''سچ سچ مسٹر پو؟ تم ایک دیوانے سے بات کرنا چاہتے تھے۔''

''ایملی کہاں ہے؟''

''ایملی کہاں ہے؟'' آئیوان نے اس کی بات دہرائی۔ ''کوئی تیکھا جملہ نہیں...... کوئی مصرع نہیں...... ایسا مصنف جو تاریکیوں کا مزاج شناس ہے جو بیروں تلے موجود اسرار جانتا ہے...... اس سے اس سادہ جملے کی توقع نہیں تھی۔''

ایڈگر نے اچانک پستول اس کے کان کے پاس کرتے ہوئے فائر کیا اور چلا کر بولا۔ ''وہ کہاں ہے؟''

دھماکے نے آئیوان کا کان سن کر دیا تھا اور وہ اسے ہاتھ سے دبائے ہوئے تھا۔ اس نے چند لمحے بعد کہا۔ ''تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے مسٹر پو، حقیقت فکشن سے کہیں زیادہ تلخ ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے تم ایملی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو پستول مجھے دے دو۔'' اس نے ہاتھ بڑھایا۔

ایڈگر کا پستول والا ہاتھ کانپنے لگا تھا اسے لگا جیسے اس کے اندر کچھ کٹ رہا ہو۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ آئیوان اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''مسٹر پو تم تاخیر کر رہے ہو تم جانتے ہو آگے کیا ہو گا؟...... تم ٹریگر دباؤ گے۔ مجھے اور ایملی کو قتل کر دو گے یا پھر تم مجھے پستول دے رہے ہو؟''

''وہ زندہ رہے گی؟''

''یہی ایک حل ہے۔''

ایڈگر نے سوچا اور پستول اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی اور اندر اذیت بڑھ رہی تھی۔ آئیوان نے پستول لے کر نیچے رکھا اور ایک چھوٹی شیشی نکالتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر پو تمہارے تاثرات سے لگ رہا ہے تم کسی ننھے بچے کی طرح رونا چاہتے ہو۔'' اس نے چھوٹی شیشی ایڈگر کو دکھائی۔ ''یہ تریاق ہے۔ تم جانتے ہو تریاق

میرے باپ کی ایجاد ہے۔ ہرزہر کا توڑ ہے۔"

"زہر۔" ایڈگر نے گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں میرے باپ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ جب کہیں کچھ کھانے پینے جاؤ تو اسے ہمیشہ ساتھ رکھا کرو۔ ممکن ہے کہیں تمہیں زہر دے دیا جائے۔" اس نے کہتے ہوئے چھوٹی شیشی ایڈگر کے گلاس میں انڈیل دی۔ "میں یہ تریاق اپنے وقت کے عظیم ترین مصنف کو پیش کر رہا ہوں۔ جس کے ساتھ کام کرنا میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔"

"میرے ساتھ کام؟"

"ہاں میں نے تمہارے بعض آئیڈیاز کو عملی صورت دی ہے مسٹر پو۔"

"نہیں مسٹر آئیوان، تم نے صرف ایک نفسیاتی قاتل کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ کوئی تخلیق نہیں ہے۔ کسی کو قتل کر دینا کوئی تخلیق نہیں ہے۔"

آئیوان کا چہرہ سخت ہو گیا۔ "میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ میں تمہارے ماسٹر پیس کا ایک حصہ ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ اسے کون مکمل کرے گا میں یا تم...... لیکن یہ ہوگا ماسٹر پیس ہی۔" اس نے تریاق کا گلاس ایڈگر کی طرف سرکایا۔ "ممکن ہے یہ تریاق ہو یا ممکن ہے یہ مہلک زہر ہو جو ایک لمحے میں تمہارا کام تمام کر دے۔ مگر ایک بات یقینی ہے کہ تم ایک خطرناک زہر پی چکے ہو۔"

یہ بات ایڈگر بھی محسوس کر رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ اس کا جگر اندر سے کٹ رہا ہو۔ اس نے سوچا اور گلاس اٹھا کر حلق میں انڈیل لیا۔ اسے لگا جیسے اس کے حلق سے آگ کی ایک لکیر اندر تک چلی گئی ہو۔ آئیوان نے اس کا لکھا ہوا صفحہ اٹھایا اور اس کا آخری حصہ پڑھا۔

"ایملی بے سدھ اور بے حرکت تھی میں نے اسے سینے سے لگایا۔ اس سے التجا کی، وہ آنکھیں کھولے اور مجھے دیکھے۔" آئیوان نے کاغذ واپس رکھ دیا۔ "خوب صورت لائنیں ہیں۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں مسٹر پو۔" آئیوان نے اپنا کوٹ پہنا۔ "ممکن ہے تم زندہ رہو اور ممکن ہے نہ رہو لیکن یہ بات یقینی ہے میں یہاں نہیں ہوں۔"

"مسٹر رینالڈز بھی آ گئی ہے۔" باہر سے کسی نے پکار کر کہا۔

"میں آ رہا ہوں۔" آئیوان نے کہا اور اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے باہر نکل گیا۔ ایڈگر کا سر چکرا رہا تھا اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اٹھ کر آئیوان کا راستہ روک سکتا۔ اسے ایملی کی فکر تھی کہ وہ کہاں تھی۔ ایڈگر نے اپنا سر تھام لیا۔ اچانک اسے آئیوان کی ایک بات یاد آئی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور نیچے گر گیا۔ اس نے اٹھنے کی بجائے فرش ٹٹولنا شروع کیا اور پھر میز کے نیچے لگے اوزاروں والے تختے سے ایک ہتھوڑی اٹھا کر فرش بجانے لگا۔ ایک جگہ اسے کھوکھلی آواز آئی تو وہ اس پر ہتھوڑی چلانے لگا۔ یہ جگہ میز کے نیچے تھی۔ اس نے بھاری میز سرکانا چاہی مگر یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس نے دیوار سے پشت لگا کر دونوں پاؤں میز کے سرے پر جمائے اور زور لگا کر اسے الٹ دیا۔ پھر اس نے ہتھوڑی سے اوپری پلائی توڑ دی اور پھر نیچے موجود تختے کی بلیاں توڑیں۔ یہاں فرش میں ایک تختہ الگ سے تھا اس نے اسے اٹھایا تو سیڑھیاں ظاہر ہوئیں۔

اس نے لالٹین اٹھائی اور نیچے اتر گیا۔ عمارت کے نیچے پرانے کمرے تھے جو اب چھپ گئے تھے وہاں مٹی اور جالے تھے وہ ایک سرنگ سے گزر کر ایک کمرے تک آیا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ یہ ہو بہو اس کے گھر کا سیٹ تھا۔ بالکل ویسی ہی میز، کرسی، بینچیں، شیلف جن میں کتابیں اور اس کے ہاتھ کے لکھے مسودے ترتیب سے رول کی صورت میں رکھے تھے۔ یہ سب وہی چیزیں تھیں جو اس کے جل جانے والے گھر میں تھیں۔ ایڈگر کو لگا کہ اس کی عقل خبط ہو جائے گی۔ آئیوان کس قسم کا آدمی تھا۔ پھر اسے ایملی کا خیال آیا اور وہ اسے تلاش کرنے لگا۔ اس کی نظر ایک طرف موجود کچے فرش پر گئی اور اس نے بے تابی سے اس کی مٹی ہٹائی۔ نیچے ایک تختہ ظاہر ہوا۔ اس نے ہتھوڑی سے اس کی بلیاں توڑ دیں اور اسے کھولا تو اندر ایملی ساکت لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے بے تابی سے اسے بکس سے نکالا اور گود میں لے کر اس کا چہرہ تھپکنے لگا۔

"ایملی آنکھیں کھولو، پلیز آنکھیں کھولو۔"

وہ اسے مسلسل پکارتا رہا اور بالآخر ایملی کی پلکوں میں جنبش ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ "ایڈگر یہ خواب ہے یا تم میرے سامنے ہو؟"

"یہ حقیقت ہے میں تمہارے پاس ہوں۔" ایڈگر نے اسے سینے سے لگا لیا پھر وہ اسے اٹھائے اوپر کی طرف بڑھا تھا۔

☆☆☆

گرین فیلڈ کی آنکھ کھلی تو اسے ایڈگر اور ایملی کا خیال

آیا وہ بے ہوش گیا اور اس نے خادمہ کو آواز دی۔ وہ فوراً آگئی۔ ”یس ماسٹر؟“

”کیا مسٹر پو یہاں آئے تھے؟“

”یس ماسٹر وہ اپنا تھیلا رکھوا کر گئے ہیں اور ان کے لیے ایک خط آیا تھا جو میں نے ان کو دے دیا۔“

”خط کیسا خط؟“

”وہ اسے یہیں پھینک کر کہیں چلے۔“ خادمہ نے لباس سے رقعہ نکال کر گرین فیلڈ کی طرف بڑھایا۔ گرین فیلڈ نے اسے لے کر پڑھا اور بستر سے اتر آیا۔ خادمہ نے پریشان ہو کر اسے روکنا چاہا مگر وہ کپڑے پہن کر باہر نکل گیا۔ اس کی بگھی کا رخ بالٹی مور پیٹریاٹ کے دفتر کی طرف تھا اور جب وہاں پہنچا تو صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی۔ ایمبولینس کے ساتھ طبی عملہ وہاں آچکا تھا اور چارلس ہملٹن اسٹریچر پر ہنری ایملی کے ساتھ باہر آ رہا تھا۔ گرین فیلڈ نے چارلس سے پوچھا۔

”مسٹر پو کہاں ہیں؟“

”پتا نہیں۔“ چارلس نے جواب دیا۔ اسے ایملی کو ایمبولینس تک پہنچانے کی جلدی تھی تاکہ اسے اسپتال لے جایا جا سکے۔ تین دن تک مسلسل بھوکے پیاسے رہنے سے اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اسے خوراک اور پانی کے ساتھ باقاعدہ علاج کی ضرورت تھی۔ گرین فیلڈ دیوانوں کی طرح ایڈگر کو تلاش کرنے لگا۔ مگر وہ وہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ پولیس آچکی تھی اور ہنری کی لاش کا معائنہ ہو رہا تھا۔ اپنی اشاعت کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب بالٹی پیٹریاٹ شائع نہیں ہوا تھا۔

☆☆☆

تین دن بعد گرین فیلڈ اسپتال میں ڈاکٹر کالبرٹ کے سامنے تھا۔ وہ گرین فیلڈ سے کہہ رہا تھا۔ ”موت کی ممکنہ وجہ، برین ہیمرج، دل کی شریانوں کا کام چھوڑ دینا اور جگر کی خرابی ہو سکتی ہے۔“

”اسے ہوش نہیں آیا؟“

”تین دن سے وہ نیم غشی کی کیفیت میں تھا اور اس دوران میں اس نے کئی بار ایک ہی جملہ کہا کہ اس کا آخری نام رینالڈ تھا۔“

”رینالڈ۔“ گرین فیلڈ نے سوچتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہارا کیا خیال ہے ڈاکٹر کہ وہ ہذیانی کیفیت میں تھا۔“

ڈاکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہذیانی کیفیت میں آدمی لایعنی اور مختلف باتیں کرتا ہے وہ ایک ہی بات بار بار نہیں کرتا۔“

گرین فیلڈ نے ایڈگر ایلن پو کی لاش کی طرف دیکھا جس کا آج صبح ہی انتقال ہوا تھا۔ مرنے کے بعد اس کے چہرے پر سکون تھا۔ گرین فیلڈ غیر جذباتی آدمی تھا اور بے شمار لاشیں دیکھ چکا تھا مگر اس وقت اس کے چہرے پر دکھ کے تاثرات تھے۔ پھر اس نے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

”تمہارے تعاون کا شکریہ ڈاکٹر۔“

ڈاکٹر کے جانے کے بعد گرین فیلڈ نے ایڈگر ایلن پو کی لاش کے پاس آکر آہستہ سے کہا۔ ”دوست میں نے تم سے وعدہ کیا تھا میں اسے ضرور پورا کروں گا۔“

ایڈگر ایلن پو کی تدفین بالٹی مور کے قبرستان میں کی گئی۔ جس میں اس کی بہن کے ساتھ ہملٹن خاندان اور اس کے کچھ دوست و واقف کار شریک تھے۔ بعد میں اس کی قبر پر چوکور کتبہ لگایا گیا جس کے وسط میں اس کی شبیہ بھی ہے۔ اس پر تحریر ہے۔ ”یہاں مصنف اور شاعر ایڈگر ایلن پو محو خواب ہے۔ اس کی زندگی کی طرح اس کی موت بھی پُر اسرار تھی۔“

☆☆☆

تین مہینے بعد پیرس کے مرکزی ریلوے اسٹیشن پر ٹرین سے آئیوان اترا۔ اس کا اصل نام آرتھر رینالڈ تھا۔ ایک پورٹر نے اس کا سامان اٹھایا اور وہ باہر موجود اپنے لیے منتظر بگھی تک آیا۔ مگر جیسے ہی وہ اندر گھسا اس نے دیکھا ایک پستول کی نال اس کی طرف مرکوز ہے اور اس کے پیچھے گرین فیلڈ موجود تھا اس نے مسکرا کر کہا۔ ”ہیلو مسٹر رینالڈ۔“

آرتھر رینالڈ نے اس پر جھپٹنے کی کوشش کی اور ایک فائر کی آواز نے آس پاس دانہ چگتے کبوتروں کو اڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کہانی کا آخری کردار بھی انجام کو پہنچا تھا آرتھر رینالڈ کے مرنے کے بعد گرین فیلڈ کو اس کے سامان سے کئی مسودے اور ایک ڈائری ملی جس میں اس نے کہانی کے انداز میں یہ سارے واقعات تفصیل سے لکھے تھے۔ وہ اس وقت آئیوان روز برگ تھا۔ جب کہ اس کا اصل: آرتھر رینالڈ تھا۔ اس نے اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا تھا اس لیے گرین فیلڈ اور بالٹی مور کی پولیس یہ کیس کرنے پر مجبور ہو گئی۔ ایڈگر ایلن پو کی موت کا تمام ریکارڈ ضائع ہو چکا ہے اور آج کی دنیا میں کوئی واضح طور پر نہیں جانتا کہ آخری چند دنوں میں اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟